صرف شیعہ افراد کے لئے۔

اسلام اور اس کے رہنما

حصہ اوّل

(بائبل کی روشنی میں)

از سیّد حسین

علویہ لائبریری ۱۸۷-۱ علی بستی
کراچی ۱۸

علویہ لائبریری - ۸۷۱ - علی بستی - کراچی ۱۸

اوپر دیا ہوا نمبر آپ کا خریداری نمبر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ اس کتاب کو پڑھ چکنے کے بعد اس کے بقیہ حصص کو بھی پڑھنا پسند فرمائیں گے۔ پس آپ ہم کو اس خریداری نمبر کے حوالے سے اپنے اسم گرامی و مکمل پتہ سے مطلع فرمائیں تاکہ آپ کا نام درج رجسٹر کرلیا جائے اور جیسے جیسے اس کتاب کے بقیہ حصص شائع ہوتے جائیں اُن کو آپ کے پتہ پر روانہ کردیا جائے۔

براہ مہربانی آپ اپنا نام و پتہ مکمل و صاف تحریر فرمائیں۔

"ادارہ"

فہرست مضامین

۷۸۶

گذارش

اسلام اور رہنمایانِ اسلام کے متعلق جس قدر بھی پیشین گوئیاں و دیگر متعلقہ عبارتیں بائبل میں اس وقت تک نظر سے گذریں ہم نے اس کتاب کے حصّہ اوّل میں درج کر دیں۔ مگر پھر بھی بہت سی پیشین گوئیاں ایسی ضرور ہوں گی جن کی تہ تک ہم ابھی نہیں پہونچ سکے۔ اسی طرح کتاب ہذا کے دیگر حصص میں ہم اپنی کمیٔ استعداد اور نامکمل مطالعہ کی وجہ سے قرآن، حدیث و تاریخ سے ضروری واقعات اخذ کرتے ہیں پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکے لہٰذا ارباب علم و ذوق سے دست بستہ التماس ہے کہ وہ ہم کو ان مقامات سے بھی مطلع فرمائیں تاکہ اس کتاب کی آئندہ اشاعت میں ان کا اضافہ کر دیا جائے۔ نیز اس میں جو خامیاں ہوں یا جس جگہ تاریخ اسلام یا حقائق کی روشنی میں نتائج واضح نہ ہوئے ہوں اُن سے بھی آگاہ فرمائیں تاکہ ایسی تمام غلطیوں کو درست کر دیا جائے اور اس

کتاب کو جامع اور مفید تر بنایا جا سکے۔
علوم و فنون اسی طرح درجۂ کمال تک پہنچتے ہیں۔

خاکپائے مومنین

"مصنف"

۷۸۶

سبب تصنیف کتاب ہذا

۱۹۴۳-۴۴ء کی بات ہے کہ چند عیسائی مبلغین نے ہمارے ایک حبیب قدیم کو (جن کا نام ہم ظاہر کرنا نہیں چاہتے) اپنے حلقۂ اثر میں لے کر انھیں مسیحیت کی طرف راغب کرنا چاہا۔ اس سلسلے میں انھیں مسیحیت کا کچھ لٹریچر بھی فراہم کر دیا گیا۔ آپس میں بے تکلفی پہلے ہی سے تھی، موصوف نے ہم سے بھی تبادلۂ خیالات کرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہم مسیحیت کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ اب سوائے اس کے کہ ہم مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کریں اور جواب میں مسیحیت کی خوبیاں سنتے جائیں اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ تیسرے شخص کو شریک گفتگو کرنے کے لئے رفیق محترم تیار نہ تھے۔

اس طریقۂ کار کو مفید مطلب نہ پا کر ہم نے ان سے درخواست کی کہ وہ ہم کو بھی مسیحیت کا لٹریچر فراہم کرا دیں۔ چنانچہ دوسرے ہی روز ہماری میز پر بائبل کی ایک خوبصورت سی جلد معہ چند دیگر رسائل و پمفلٹ کے موجود تھی۔

معاً ہمیں اپنی قوم کی بے حسی کا خیال آیا کہ افسوس، یہ لکھی پڑھی قوم قعرِ مذلت میں گرتی جا رہی ہے اور زعمائے قوم اس نظر فریب مذہب کی ریشہ دوانیوں اور دلفریبیوں سے بے خبر ہیں۔ کوئی ضرورت پڑ جائے تو خود ہی بھاگ دوڑ کر اپنی تسکین و تشفی کر لیجئے ورنہ اللہ اللہ خیر سلا۔ رہی تبلیغ مذہب، تو ہم غالباً یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ظہورِ امام عصرؑ موقوف ہے اس امر پر کہ دنیا ظلم و جور اور گمراہی سے بھر جائے، لہذا ہم تبلیغ مذہب حق کر کے ظہور امام میں تاخیر کا سبب کیوں بنیں۔ دوسری طرف زندہ قوموں کے افراد کا یہ حال کہ اس قسم کے مواقع خود تلاش کرتے پھرتے ہیں، ذرا سی تحریک پر مفت لٹریچر حاضر۔ پھر اسی پر بس نہیں، جب دیکھئے کچھ نہ کچھ نیا مواد حاضر ہے۔

بہر حال کچھ فرصت بحالی حُسنِ اتفاق کہ چھٹیاں پڑ گئیں۔ بائبل کا مطالعہ کیا اور ضروری نوٹ بھی رکھتا گیا۔

ہم نے رفیق محترم کے ذریعہ چند امور کی تصریح چاہی جس سے فریق ثانی کو میری تحقیق اور دلچسپی کا اندازہ لگ گیا اور اس سلسلہ میں پادری جے، این، بھٹی صاحب پاسبان یونائیٹڈ چرچ آف نارتھ انڈیا، سٹی چرچ، جھانسی لیو، پی لے سے ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہوئی۔ کوئی پندرہ بیس منٹ پادری صاحب موصوف سے تبادلۂ خیالات ہوتا

رہا اور بس. مگر ان چند لمحات ہی میں ہمارے رفیق محترم اور اُن کے چند ساتھیوں کے دماغ سے (جو اس جگہ موجود تھے) مسیحیت کا اثر ہمیشہ کے لیئے زائل ہو چکا تھا اور یہی ہماری کامیابی تھی جس کی مسرت ہم آج بھی اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتے ہیں۔

اسی گفتگو کے دوران پادری صاحب موصوف نے بائبل کی چند کمزوریوں کا دبی زبان سے اقرار کیا جس کا اشارہ ہم نے دیباچہ میں کیا ہے۔

دوران مطالعہ بائبل میں جو نوٹ ہم نے تیار کیئے تھے اُن میں سے بعض جاذب نظر معلوم ہوئے اُنھیں پھر بغور پڑھا۔ دو ایک کتابوں میں جستہ جستہ کچھ عبارتیں اور بھی نظر سے گذریں اور اس طرح اس کتاب کے حصّہ اوّل کے لیئے پورا مواد تیار ہو گیا۔

اس حصّہ میں یہ سب کچھ آپ کی نظر سے گذرے گا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ تدوین بائبل پر مکمل تبصرہ۔

۲۔ بنی اسرائیل کی سرگذشت۔

۳۔ تحریف بائبل پر بحث۔

۴۔ حوارین مسیح و آبائے کلیسا کی کارگذاریاں اور اُن کی

اسلام دشمنی۔

۵۔ مسیحیت کی تبلیغ، باوجود ممانعتِ مسیح غیر اقوام میں کیسے ہوئی

۶۔ پطرس و پولوس کی جناب عیسیٰ سے سرکشی اور پولوس کا ارتداد۔

۷۔ بنی اسرائیل و مسیحیوں کا انبیاء سابقہ و ان کے خاندان کو ذلیل و رسوا کرنا۔

۸۔ خدا اور اس کے کلام سے بنی اسرائیل و عیسائیوں کا تمسخر۔

۹۔ مسئلہ تثلیث کی ابتداء۔

۱۰۔ خدا اور اس کے بیٹے سے کیا مراد ہے۔

۱۱۔ حکومت الٰہیہ اور اُس کے نگراں (نبوت و امامت)

۱۲۔ قرآن کے متعلق انجیل کی پیشین گوئی۔

۱۳۔ اسلام کے ناسخ ادیانِ سابقہ ہونے کا ثبوت۔

۱۴۔ جناب رسالتمآبؐ، جناب سیدہ عالم و آئمہ اثنا عشر کے تذکرے اور فضائل و مناقب۔

۱۵۔ علی کے مربی عالم ہونے کا ثبوت۔ علی اور انبیاء بنی اسرائیل کی مشکل کشائی۔

۱۶۔ جناب ابوطالب کی قربانیاں و سرفروشیاں، ہجرت رسول، از مکہ، جنگہائے اسلام۔

۱۷- بنی اُمیہ کی مکمل تاریخ، جنگ صفین، واقعہ کربلا کی پوری تفصیل، عزاداری حسین کے متعلق احکام، عبدالملک بن مروان بن حکم کے مظالم۔

۱۸- قاتلانِ حسینؑ کا انجام۔

۱۹- امام عصرؑ کی آمد (ظہور) کی علامتیں، رجعت مومنین و صالحین بہ زمانۂ امام۔

۲۰- امام مہدیؑ کی دورِ حکومت میں جناب عیسیٰؑ کی دنیا میں دوبارہ آمد۔

وغیرہ وغیرہ۔

ساتھ ہی ساتھ خوبی یہ کہ یہ تمام مضامین بائبل اور صرف بائبل کے اوراق میں موجود ہیں، اس میں کوئی ایک واقعہ بھی بجز بائبل کسی دوسری کتاب سے نقل نہیں کیا گیا ہے۔ جگہ بہ جگہ بائبل کی عبارت بھی معہ حوالہ آیت نقل کردی گئی ہے۔ صرف دیباچہ میں تدوین بائبل پر جو تبصرہ ہے اُس میں ضرور کچھ حوالے ایک کتاب موسومہ "تسہیل علم الٰہی" سے نقل کئے گئے ہیں، جو ناگزیر تھے، مگر وہ کتاب بھی کوئی معمولی کتاب نہیں ہے بلکہ موجودہ دور کے ایک بہت بڑے مستند مسیحی عالم کی لکھی ہوئی ہے۔

اس کتاب کے بقیہ حصص اسی سلسلہ کی وہ ضروری اور اہم کڑیاں ہیں جن کے بغیر یہ موضوع تشنۂ تکمیل رہ جاتا ہے اور جن کا مطالعہ ایک طالبِ راہ حقیقت کے لئے ناگزیر ہے۔

ہم جملہ اہل اسلام سے درخواست کریں گے کہ وہ اس کتاب کو ایک مرتبہ شروع سے لے کر آخر تک بغور ملاحظہ فرمائیں انشاءاللہ یہ کتاب حق کے متلاشیوں کے لئے ایک لمحۂ فکر پیدا کئے بغیر نہ رہے گی +

۷۸۶

دیباچہ

(۱)

بائبل جو اس وقت لوگوں کے درمیان موجود ہے اس کے اسناد کے متعلق اس قدر مختلف اقوال ہیں کہ ان میں سے کسی ایک پر یقین کرنا بہت مشکل ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بائبل، توریت زبور انجیل اور چند دیگر صحف انبیاء کا مجموعہ ہے۔ نیز یہ کہ اس کے مختلف حصے، مختلف زبانوں میں، مختلف اشخاص کے ذریعہ وقتاً فوقتاً مرتب ہوتے رہے لیکن یہ مرتب کرنے والی ہستیاں کون تھیں، ان کے کیا عقائد تھے، علمی اعتبار سے وہ کسی پائے کے آدمی تھے، ان کا اس سے کیا مقصد تھا، تاریخ اس جگہ خاموش ہے۔ پادری ڈبلیو، ڈی، کرٹز (REV. W. D. CURTZ) ایم، اے، ایل ایل، ڈی جو امریکہ کی چیدہ ہستیوں اور تسلیم شدہ مسیحی علماء میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

"علماء کا گمان ہے کہ اس تمام مجموعے کے فراہم کرنے

میں تیرہ[۱۳] سو سال صرف ہوئے۔ مگر کوئی بھی وثوق کے ساتھ نہیں

کہہ سکتا کہ یہ کب اور کہاں لکھی گئیں اور نہ ہی ان خدا کے ہدایت

یافتہ بندوں کا احوال معلوم ہے جنھوں نے ان کو لکھا۔ بالخصوص

ایوب، روت۔ یموئیل۔ سلاطین اور چند مزامیر کے لکھنے والوں کے

متعلق کوئی نہیں جانتا کہ کون تھے۔

تسہیل علم الٰہی ص۱۰۷

بائبل کو کتاب مقدس ماننے والے حضرات کہتے ہیں:۔

"خدا نے اپنے خاص اور برگزیدہ اشخاص پر الہام کے

ذریعہ اپنی مرضی کا اظہار کیا اور انھوں نے انسانی بولی میں

اسے لکھا اسی وجہ سے ہم کلام مقدس کو الہامی کہتے ہیں۔

تسہیل علم الٰہی ص۱۷۸

اور اس طرح وہ بائبل کے تقدس کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اوّل تو یہ عقیدہ ہی عقیدہ ہے کوئی ثبوت اس بارے میں نہیں

ہے۔ جب مصنفین بائبل ہی کا پتہ نہیں کہ وہ کون تھے، کن صفات کے

حامل تھے، کس زمانہ میں تھے تو پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان کو الہام بھی ہوتا

تھا۔ دوسرے الہام الٰہی کے ذریعہ سے لکھی ہوئی کتاب میں کوئی تضاد

یا غلطی یقیناً نہیں ہونا چاہئے ورنہ مبدا کے الہام یعنی ذاتِ خداوندی پر حرف آتا ہے اور اس کتاب مقدس کی عبارتوں میں آپ کو کئی جگہ تضاد اور صریحی غلطیاں نظر آئیں گی جیساکہ آئندہ سطور کے مطالعہ کے بعد آپ پر خود روشن ہوجائے گا۔ اور جس کا اعتراف ایک مسیحی عالم ایک موقع پر ہمارے سامنے کرچکے ہیں۔ کچھ عبارتوں کے متعلق تو مسیحی علمار یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ عقل کا فتور ہے کہ پڑھنے والے کو تضاد نظر آتا ہے اس کی صحیح تفسیر کو اگر دیکھا جائے تو اس میں ایسی باتوں کا جواب موجود ہے۔ لیکن اعداد یا ناموں کی غلطی ایک ایسی کھلی ہوئی غلطی ہے جس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا جاسکتا مثلاً جس جگہ بنی اسرائیل کا جناب موسیٰ کی معیت میں مصر سے باہر نکلنے کا تذکرہ ہے وہاں بائبل نے تمام قبیلوں کے زن ومرد اور بچوں کے اعداد وشمار دئے ہیں (گنتی ب ا تا ۳)۔ چنانچہ باب ۲ میں بنی لادیوں کے پہلوٹھوں کی تعداد یہ ہے۔

بنی لادی جیرسوں کے کل پہلوٹھے		۷۵۰۰
" قہارت	"	۸۶۰۰
" مراری	"	۶۲۰۰

جس کی میزان ۲۲۳۰۰ ہوتی ہے مگر بائبل میں یہ میزان صرف ۲۲۰۰۰ دی ہوئی ہے۔ لطف یہ کہ بنی اسرائیل کے کل پہلوٹھوں کی میزان ۲۲۲۷۳ دینے کے بعد یہ تحریر ہے کہ۔

"بنی اسرائیل کے پہلوٹھوں میں جو ۲۷۳ لادیوں کے شمار سے زیادہ ہیں ان کے فدیہ کے لئے تو مقدس کی مثقال کے حساب سے فی کس پانچ مثقال لینا۔"

چنانچہ ان سے ۱۳٦۵ مثقال فدیہ وصول کیا گیا گویا اس ۲۲۰۰۰ کی میزان پر بائبل کو اصرار ہے کہ یہ تعداد صحیح ہے۔ اب اس تفصیل کی موجودگی میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ۲۲۳۰۰ میزان لکھتے وقت کاتب کی غلطی سے ۳۰۰ کا ہندسہ چھوٹ گیا کیونکہ کل بنی اسرائیل (بشمول بنی لادی) کے پہلوٹھوں کا شمار ۲۲۲۷۳ دینے کے بعد صاف یہ تحریر ہے کہ ۲۷۳ پہلوٹھے بنی لادی کے علاوہ دیگر قبیلوں کے تھے جن کا فدیہ لیا گیا۔

اسی طرح بنی اسرائیل کی تعداد جو اسیری بابل سے رہا ہو کر بیت المقدس واپس آئے، عزرا ۲:٦۵ میں ۴۲۳٦۰ دی ہے حالانکہ مختلف قبائل کی علٰحدہ علٰحدہ تعداد کی میزان صرف

۳۱۰۸۶ ہوتی ہے۔ اسی طرح نحمیاہ ۷:۶۶ میں بھی میزان ۴۲۳۶۰ دی ہے جبکہ دراصل میزان ۳۱۰۸۶ ہوتی ہے۔

۱۔ تاریخ ۱۰:۳ میں جناب عیسی کے شجرۂ نسب میں حسب ذیل چھ اشخاص ملتے ہیں۔

یورام^1^، اخزیاہ^2^، یوآس^3^، امصیاہ^4^، عزریاہ^5^، یوتام^6^

اور انجیل متی ۱:۸ میں یہ نام درج ہیں۔

یورام عزیاہ یوتام

گویا یورام اور یوتام کے بیچ میں چار اشخاص، اخزیاہ، یوآس، امصیاہ، اور عزریاہ غائب ہیں اور ایک نیا نام عزیاہ ملتا ہے۔ اگر بہت زیادہ قیاس آرائی کی تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ عزیاہ اور عزریاہ ایک ہی ہستی ہے اور صرف تین نام غائب ہیں۔ بالفرض یہی سہی مگر آخر تین ناموں کے متعلق تو پھر بھی اعتراض قائم رہے گا۔ حالانکہ ۲۔ تواریخ ام ۲۶-۱۶،۲۱ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیاہ بادشاہ وقت تھا جو کوڑھی تھا اور خداوند کے گھر سے کاٹ ڈالا گیا تھا یعنی مرتد قرار دے دیا گیا تھا۔ اور عزریاہ کاہن (نبی) تھا ظاہر ہے کہ عزیاہ اور عزریاہ دو علحدہ شخصیتیں ہیں۔ چونکہ داؤد کے بعد ان کے بیٹے،

پوتے وغیرہ جو بادشاہ ہوتے رہے، انہی کی نسل سے عزیاہ اور خود جناب عیسیٰ بھی تھے لہٰذا عزیاہ کا نام تو درست ہے مگر عزریاہ کاہن کا نام شجرۂ عیسیٰ میں درج کرنا قطعی غلط ہے۔ معلوم نہیں اب اس غلطی کا ذمہ دار کون قرار پائے گا۔ (نعوذباللہ) خدا یا مصنفین بائبل جن پر الہام ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ موقع تفصیل کا نہیں ہے لہٰذا ہم صرف ایک مثال اور دے کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں ورنہ اس قسم کی بہت سی مثالیں ہماری نگاہ میں ہیں۔

۲۔ سموئیل میں ہے۔

"اس کے بعد خداوند کا غصہ اسرائیل پر بھڑکا اور اس نے داؤد کے دل کو ان کے خلاف یہ کہہ کر ابھارا کہ جا کر اسرائیل اور یہوداہ کو گن۔"

۲۔ سیموئیل ۔ ۱:۲۴

لعہ ۱۔ تواریخ میں ہے۔

اور شیطان نے اس اسرائیل کے خلاف اٹھ کر داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کو شمار کرے۔

۱۔ تواریخ ۱:۲۱

چنانچہ داؤد نے یوآب سردارِ لشکر کے ذریعہ بنی اسرائیل کی مردم شماری کرائی۔

اب واقعہ ایک، لیکن اس کا محرک ایک جگہ خدا اور دوسری جگہ شیطان درج ہے۔ بتایئے کسے صحیح سمجھا جائے۔ چونکہ ۲ سموئیل ب ۲۴ و ۱۔ تواریخ ب ۲۱ دونوں جگہ تحریر ہے کہ داؤد کی اس حرکت پر خدا ناراض ہوا اور نتیجہ میں داؤد پر قہر الٰہی نازل ہوا۔ لہذا خیال ہے کہ داؤد کو اُبھارنے والا شیطان ہی ہوگا، گو اسے تسلیم کر لینے میں بھی کئی قباحتیں ہیں۔

بہر حال اس صورت حال میں یہ عقیدہ تو رخصت ہو گیا کہ بائبل الہامِ الٰہی کے ذریعہ سے لکھی گئی۔

(۲)

بائبل کو آپ پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کلام الٰہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ دراصل انبیاء و مرسلین کے سوانح حیات کا مجموعہ ہے جس کو قصص الانبیاء کہنا زیادہ موزوں ہے۔ ان سوانح عمریوں کے مصنفین نے کہیں کہیں ان انبیاء کے اقوال اور ان پر نازل شدہ آیات بھی نقل کر دیے۔ جن کا ماخذ وہ روایات تھیں جو اس زمانہ میں زبان زد عوام تھیں جیسا کہ لوقا ۱ : ۱ و یوحنا

۲۵-۲۴ : ۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے تفصیل آگے آتی ہے۔

دوسری مصیبت یہ آن پڑی کہ اِن سوانح عمریوں میں سے
بھی کسی کی بھی اصل باقی نہیں رہی بلکہ ان کے صرف تراجم باقی
رہ گئے تھے اور موجودہ بائبل انھیں ترجموں سے تیار کرلی گئی
اپنے اس بیان کی تائید میں ہم پھر پادری کرٹنز صاحب کو شہادت
میں پیش کرتے ہیں۔ موصوف کا بیان ہے۔

الہام کے وسیلہ سے خدا نے اپنے بندوں پر اپنی
مرضی کا اظہار کیا، اور انہوں نے اس رویا کو انسانی
بولی میں انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے تحریر کیا۔
عہد عتیق، عزرا اور دانی ایل کے چند حصّوں کے
علاوہ پورا عبرانی زبان میں ہے۔ اور عزرا اور دانی ایل
کے چند حصّے ارمئی زبان میں ہیں، اسی طرح نیا عہد نامہ
تمام یونانی میں جو اس زمانے میں شاہی زبان تھی مرقوم
ہے۔ ہمارے پاس بائبل کے وہ پُرانے نسخے جو ان قدیم
زمانے کے لوگوں کے پاس تھے نہیں ہیں ......

ہماری موجودہ بائبل ان عبرانی اور یونانی ترجموں
سے تیار کی گئی جو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

یہ بات اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اوّل تو صحیح ترجمہ ہونا ہی مشکل ہے دوسرے اصل عبارت بلکہ ہر ہر جملے ولفظ ہی سے مختلف مسائل استنباط کئے جا سکتے ہیں اور بطور دلیل کے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ یہ بات ترجمہ شدہ عبارت یا الفاظ میں ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ پھر ہمیں یہ بھی تو معلوم نہیں کہ یہ مترجمین کون تھے، کس عقیدے کے حامل تھے، کس قابلیت کے مالک تھے وغیرہ وغیرہ تاکہ ان کے ترجمہ پر یقین کیا جا سکے۔

یہ کمزوریاں تو وہ ہیں جنھیں بائبل کو کتاب مقدس ماننے والے حضرات بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ بائبل کی بعض عبارتیں خود شاہد ہیں کہ اس کتاب الٰہی میں تحریف کی گئی چنانچہ یرمیاہ میں ہے۔

کیونکہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا۔ یرمیاہ ۳۶:۲۳

ونیز یہ کہ:۔

تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ لکھنے والوں کے قلم نے بطالت پیدا کی ہے .... دیکھ انھوں

نے خداوند کے کلام کو رد کیا۔"

یرمیاہ ۸ : ۸

بائبل پتہ دیتی ہے کہ ایک مرتبہ یرمیاہ نبی پر وحی نازل ہوئی
اور اُنہوں نے اسے ایک کتاب میں لکھوا دیا۔ بادشاہ وقت (یہویقیم)
نے اسے (غالباً حکومت کی پالیسی کے خلاف پاکر) جلوا دیا۔ تب
وحی ہوئی کہ تو پھر دوسری کتاب لے اور دوبارہ ان باتوں کو لکھ
لے۔ تعمیل حکم ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ کلام خدا میں انسانی کلام
بھی ملا دیا گیا۔ بائبل کہتی ہے :۔

تب یرمیاہ نے دوسرا طومار (کتاب) لیا اور باروک
بن نیریاہ منشی (کاتب وحی) کو دیا اور اس نے اس کتاب کی
سب باتیں جسے شاہ یہوداہ یہویقیم نے آگ میں جلا دیا تھا۔
یرمیاہ کی زبانی اس میں لکھیں اور اُن کے سوا ویسی ہی
اور بہت سی باتیں ان میں بڑھا دی گئیں۔ [1]

یرمیاہ ۳۲ : ۳۶

---

[1] جب عوام کی اخلاقی پستی کا یہ عالم ہو کہ ہر شخص دعوئے نبوت کر رہا
ہو تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور ہو تا ہی کیا۔ چنانچہ یرمیاہ پر

(۳)

نبی اسرائیل پر کئی دور ایسے گذرے ہیں کہ جس میں بادشاہ سے

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

وحی نازل ہوئی۔

انبیا میرا نام لے کر جھوٹی نبوت کرتے ہیں۔ میں نے نہ اُن کو بھیجا اور نہ حکم دیا اور نہ اُن سے کلام کیا وہ جھوٹی رویا اور جھوٹا علم غیب اور بطالت اور اپنے دلوں کی مکاری نبوت کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ یرمیاہ ۱۴ : ۱۴

ایک دوسرے مقام پر ہے۔

میں نے سُنا جو نبیوں نے کہا جو میرا نام لے کر جھوٹی نبوت کرتے اور کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا۔ کب تک یہ نبیوں کے دل میں رہے گا کہ جھوٹی نبوت کریں۔ ہاں وہ اپنے دل کی فریب کاری کے نبی ہیں۔

یرمیاہ ۲۵ : ۲۳

و نیز۔

"...... چھوٹوں سے بڑوں تک سب کے سب لالچی اور نبی سے کاہن تک ہر ایک دغاباز ہے۔" یرمیاہ ۱۳ : ۶

لے کر عوام تک جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے اور پوری کی پوری قوم گمراہ و بُت پرست ہوگئی ؎۲ یہاں تک بائبل پتہ دیتی ہے کہ ایک وقت میں

؎۲ قضاۃ ۲:۱۱-۱۹، ۳:۵-۸، ۳:۱۲-۱۴، ۴:۱-۴، ۶:۱، ۸:۳۳، ۱۰:۶، ۱۳:۱ = زبور ۱۰۶:۳۴-۴۳۔

۲-سلاطین ۱۷باب، ۲-تواریخ ۲۴:۷، ۲۴:۱۷، ۲۵:۱۴

۲۸:۲-۶، ۲۹:۷، ۳۳:۱-۱۰، یرمیاہ ۲:۳۲، ۱۳:۶

نوحہ ۲:۹، ۲:۱۴

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

انتہا ہے کہ حضرت اخی اب بادشاہ کے زمانے میں بُت پرستی کی طرف دعوت دینے والے نبیوں کی تعداد ۴۵۰ تھی اور مختلف ستونوں اور بلند مقاموں کے جن کی پرستش ہوتی تھی ۴۰۰ نبی تھے۔ جیساکہ ایلیا نبی نے اخی اب بادشاہ سے کہا:-

اب تو قاصد کو بھیج اور سارے بنی اسرائیل کو اور بعل کے ۴۵۰ نبیوں اور یسیرت کے ۴۰۰ نبیوں کو جو ایزبل کے دسترخوان پر کھاتے ہیں کوہ کرمل پر میرے پاس اکٹھا کر دے۔

۱-سلاطین ۱۹:۱۸

اب اگر بائبل کے صفحات پر ہم کو مندرجہ ذیل اخلاق سوز عبارت بطور وحی الہٰی لکھی ہوئی ملتی ہے تو ہمیں ہرگز متعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ان حالات میں ایسا ہونا

توریت، بنی اسرائیل کے درمیان سے یک لخت غائب ہوگئی اور ایک

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ناگزیر ہے۔

"اے آدم آزاد! دو عورتیں ایک ہی ماں کی بیٹیاں تھیں اُنھوں نے مصر میں بدکاری کی وہ اپنی جوانی میں بدکار بنیں۔ وہاں ان کی چھاتیاں مسلی گئیں اور وہیں اُن کی دوشیزگی کے پستان مسلے گئے۔ ..... اور اہولہ (یہ بڑی لڑکی کا نام ہے) جبکہ وہ میری تھی بدکاری کرنے لگی اور اپنے یاروں پر یعنی اسوریوں پر جو ہمسائے تھے عاشق ہوئی۔ وہ سردار اور حاکم اور سب کے سب دل پسند جوانمرد اور سوار تھے ..... اور ان سب کے ساتھ جن سے وہ عشق بازی کرتی تھی اور ان کے سب بتوں کے ساتھ ناپاک ہوئی۔ اُس نے جو بدکاری مصر میں کی تھی اسے ترک نہ کیا کیونکہ اس کی جوانی میں وہ اس سے ہم آغوش ہوئے۔ اور اُنہوں نے اس کی دوشیزگی کے پستانوں کو مسلا اور اپنی بدکاری اُس پر انڈیل دی اس لئے میں نے اسے اس کے یاروں یعنی اسوریوں کے حوالے کر دیا جن پر وہ مرتی تھی

غلط کتاب توریت کے نام سے عوام میں جاری ہوگئی اور اس پر ایک زمانہ گذر گیا۔ ایک عرصہ کے بعد یوسیاہ بادشاہ کے عہد میں

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

......اس کی بہن اہولیبہ نے یہ سب دیکھا پر وہ شہوت پرستی میں اس سے بدتر ہوئی اور اُس نے اپنی بہن سے بڑھ کر بدکاری کی وہ اسوریوں پر عاشق ہوئی جو...... سب کے سب دلپسند جواں مرد تھے...... جب اُس نے دیواروں پر مردوں کی صورتیں دیکھیں...... تو دیکھتے ہی وہ ان پر مرنے لگی اور ان کے پاس کسدستان قاصد بھیجے۔ پس اہل بابل اس کے پاس آکر عشق کے بستر پر چڑھے اور اُنہوں نے اس سے بدکاری کر کے اسے آلودہ کیا اور وہ اُن سے ناپاک ہوئی...... اُس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے...... بدکاری پر بدکاری کی سو وہ پھر اپنے یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا انزال تھا۔ اس طرح تو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کو جبکہ مصری تیری جوانی کی چھاتیوں کے سبب

بیت المقدس کی مرمت کے سلسلے میں خلقیاہ کاہن کو ایک
کتاب ملبہ میں دبی ہوئی ملی وہ اسے لایا اور سافن منشی کو یہ کہہ کر
حوالے کردی کہ یہ اصل توریت ہے اور سافن منشی نے وہ کتاب
یوسیاہ بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ اس نئے نسخہ اور رائج الوقت
توریت کے احکام میں اتنا زیادہ فرق نکلا کہ جب بادشاہ نے توریت
کے اس نئے نسخہ کی عبارت سُنی تو فرطِ غم سے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے
اور تمام بنی اسرائیل میں اس نئے نسخہ توریت کو رائج کردیا۔ (۲۔ تواریخ ب ۳۴)
قطع نظر اس کے کہ اصل توریت وہ تھی جو عوام میں اس وقت رائج

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

تیرے پستان ملتے تھے۔ پھر یاد کیا۔

حزقی ایل ۲۱ - ۱ : ۲۳

شاید ہی دنیا کے کسی اور مذہب میں خدا اور اُس کے کلام کی
اس سے زیادہ توہین کی گئی ہو۔ کیا آپ بھی کسی فرد یا قوم کو تنبیہ کرنے
یا راہِ راست پر لانے کے لئے ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں؟
اگر نہیں، تو خداوند عالم کی نسبت آپ نے یہ عبارت کیونکر
گوارہ کرلی۔

تھی یا یہ نیا نسخہ جو خلقیاہ کاہن نے پایا تھا، یہ بات بالکل ظاہر ہے
کہ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اس موجودہ بائبل پر من وعن اعتماد
کر بیٹھنا اور اس کے ہر ہر لفظ کو مقدس اور منزل من اللہ سمجھنا اور
دوسروں کو اس پر ایمان لانے کی ترغیب دینا اور یہ کہنا کہ

"ان کے صادق، الہامی، اور منجانب اللہ ہونے پر
خدا کی مہر ہے" تسہیل علم الٰہی ص ۱۷۵

عقل سلیم پر بہت زیادہ بوجھ ڈالنا ہے اتنا کہ جس کی وہ ہرگز متحمل
نہیں ہو سکتی۔

پھر اس کا بھی کیا بھروسہ کہ یہ نیا نسخہ ہی اصل توریت تھا یہ بھی
تو ممکن ہے کہ یہ خلقیاہ کاہن اور سافن منشی کی سازش ہو اور انھوں نے
کسی خاص مقصد کے تحت پوری کی پوری قوم بنی اسرائیل کے رخ کو دفعتاً
ایک بالکل ہی مختلف سمت میں موڑنے کے لئے یہ چال چلی ہو جس میں
وہ کامیاب ہوئے۔ اور بنی اسرائیل میں بہت سے نئے احکام جن کا پرانے
نسخہ میں وجود نہ تھا رواج پا گئے۔ اور پھر یہ امر بھی تو محتاج ثبوت ہے کہ اس واقعہ
کے بعد پھر اس غلطی کا اعادہ نہیں کیا گیا اور بنی اسرائیل کتاب مقدس کی حفاظت
کرتے رہے اور اسے ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا۔ بلکہ اس کے برعکس تقریباً
اسی قسم کا حادثہ توریت پر ایک مرتبہ اور گذرا اور وہ یہ ہے۔

جب بنی اسرائیل اسیری بابل سے رہا ہو کر واپس ہوئے تو انہوں نے عزرا فقیہہ (کاہن) سے توریت پڑھ کر سنانے کو کہا جب عزرا نے توریت پڑھ کر سنائی تو بنی اسرائیل کو چند احکامات ایسے ملے جن پر وہ اب تک عامل نہیں ہوئے تھے۔ مثلاً

(۱) جس روز یہ توریت پڑھی جا رہی تھی (ساتویں مہینہ کی پہلی تاریخ) خوشی کا دن ہے۔

(۲) ساتویں مہینہ کی عید میں بنی اسرائیل جھونپڑیوں میں رہا کریں۔ (نحمیاہ ۸: ۱-۱۸) اور

(۳) عمونی اور موآبی خدا کی جماعت میں کبھی نہ آنے پائیں۔ (نحمیاہ ۱۳: ۱)

اس سے غیر مشتبہ طور پر ثابت ہے کہ توریت کا وجود صرف عزرا سے مخصوص تھا اور بقیہ کسی کے پاس توریت کا کوئی نسخہ نہ تھا اور نہ بنی اسرائیل باتفاق عزرا سے توریت سننے کے لئے جمع نہ ہوتے۔ اس توریت میں چند ایسے احکام بھی تھے جن سے قوم کی قوم اب تک بے خبر تھی اور اب توجہ پیدا ہوئی۔ کیا ایسی حالت میں توریت کا اصلی حالت پر باقی رہ جانا صرف عزرا کے رحم و کرم کا پابند نہیں تھا۔ اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عمونیوں اور موآبیوں کو جماعت بنی اسرائیل سے خارج کئے جانے کا یہ نیا حکم اور

ہو سائیوں کو خواہ مخواہ اس پر عمل کرانا کسی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہو جو عزرا کو ان اشخاص سے پیدا ہو گئی تھی۔

ہمارے پاس اس امر کی شہادت موجود ہے کہ ایس کے بعد بھی علمائے مسیحی اور آبائے کلیسا ان کتب مقدسہ میں وقتاً فوقتاً تحریفیں کرتے رہے۔ کبھی کچھ حصّے دوسری کتابوں سے لے کر کتاب مقدس میں شامل کر دیے اور کبھی کچھ حصّے اصل کتاب سے ساقط کر دیے جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

"اب قانون 'CANON' ان کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جو بہت سی کتابوں سے علیحدہ کر کے قانون ٹھہرائی گئیں اور جو ہماری موجودہ بائبل میں موجود ہیں...... بائبل کی ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سی کتابیں بھی ہیں۔ جن کو اپوکریفل (ناقابل اعتبار یا غیر مستند) کتابیں کہتے ہیں یہ دونوں عہد ناموں کے ساتھ ہیں۔ ان کے علاوہ آبائے کلیسا کی اور چھوٹی تحریریں بھی ہیں جن کو (PSEUDOEPIGRAPHA) کہتے ہیں اس تمام مجموعے میں سے علماء اور آبائے کلیسا نے ۶۶ کتابوں کو منتخب کر لیا اور انہیں کو قانون یا ایمان کی بنیاد قرار دیا گویا اس سے قبل ان کتب پر کسی کا ایمان نہ تھا اور اب یہ

علمائے مسیحی کے حکم سے مقدس قرار دی گئیں)...... جامینا (JAMINA) کی کونسل میں جو ۹۰ء میں منعقد ہوئی یہ بائبل کلیتاً قانون ٹھرائی گئی۔" (تسہیل علم الہٰی ص۱۲۴)

(۴)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ نقائص پرانے عہدنامہ سے متعلق ہیں نئے عہدنامہ میں کسی تحریف کا پتہ نہیں دیا جاسکتا، تو اس کے متعلق بھی عرض ہے کہ نئے عہدنامہ کی حالت بھی پرانے عہدنامے کے واقعات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ دیگر کتب کی طرح یہ بھی انجیل مقدس نہیں ہے۔ بلکہ مختلف اشخاص کی تحریر کردہ حضرت عیسیٰ کی سوانح عمریاں ہیں اور اُن کے مصنفین نے ان سوانح عمریوں کی بنیاد وحی الہٰی پر نہیں بلکہ عوام کی روایات پر رکھی۔ نیز ایسے لوگوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی جنھوں نے مسیح کی سوانح عمریاں تصنیف کی تھیں لیکن اب صرف چار سوانح عمریاں جزو انجیل ہیں باقی سب علیحدہ کردی گئیں۔ لوقا اپنی انجیل کی ابتدا یوں کرتے ہیں۔

چونکہ بہتیروں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں اور جیسا کہ

اُنھوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم
تھے ان کو ہم تک پہنچایا اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے
بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک
ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تاکہ
جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔

لوقا - ۴-۱:۱

معلوم ہوا کہ مسیحیوں میں اس وقت تک کوئی ایک انجیل رائج نہ تھی
بلکہ جگہ بہ جگہ مسیحی علماء اپنے اپنے مقلدوں کے لئے ایک علٰحدہ انجیل
تصنیف کر لیتے تھے ورنہ لوقا کو صرف تھیفلس کے لئے ایک علٰحدہ
انجیل تصنیف نہ کرنا پڑتی وہ اس کو متی کی انجیل کے نسخہ کی نقل حاصل
کر کے دے سکتے تھے۔ کیونکہ متی کی انجیل بقول عیسائی علماء سب سے
پہلے لکھی گئی تھی۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یا تو لوقا کے وقت تک
انجیل متی کا وجود ہی نہ تھا یا انجیل متی بھی دیگر رائج الوقت اناجیل کی طرح
جناب لوقا کے نزدیک مستند نہ تھی۔ نیز لوقا کے زمانے اور اُن کے
ملک ہی میں کافی مصنفین اناجیل تیار کر چکے تھے جن کی روایات پر
لوقا کو یقین نہ ہوا اور انہوں نے بذات خود ایک صحیح انجیل تصنیف کی۔
مندرجہ بالا تحریر سے ایک بات اور ظاہر ہوتی ہے کہ آبائے کلیسا

عوام کو عقائد کی تعلیم پہلے ہی زبانی دیدیا کرتے تھے اور پھر اس لئے کہ
ان کا عقیدہ پختہ ہو جائے اس زبانی تعلیم کے مطابق عقائد کو تحریر کرکے
اُسے انجیل مقدس کہہ کر پیش کر دیا کرتے تھے۔

یوحنا کی انجیل سے ایک عجیب راز کا انکشاف ہوتا ہے کہ کسی
نامعلوم شخص نے ان روایات کی بناء پر جو جناب یوحنا حواری مسیح سے
منسوب کی جاتی تھیں ایک انجیل تصنیف کی اور اسے جناب یوحنا
کے نام سے مشہور کر دیا اور وہ عوام میں رواج پا گئی۔ مصنّف مذکور اس
انجیل کے آخر میں لکھتا ہے :-

"یہ وہی شاگرد ہے (یوحنا حواری کی جانب اشارہ ہے)
جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم
جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے۔" (یوحنا ۲۴ : ۲۱)

اگر یہ تحریر خود جناب یوحنّا کی ہوتی تو الفاظ مختلف ہوتے۔ موجودہ
عبارت صاف بتلاتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص یوحنّا موصوف کی بابت کہہ رہا
ہے کہ "یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو
لکھا ہے" اور اس کے بعد وہ ان روایات کی تصدیق ان الفاظ میں کرتا
ہے کہ "اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے۔"

اب یہ مسیحین کی سادہ لوحی نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ وہ اس انجیل کو

یوحنا حواری مسیح کی لکھی ہوئی انجیل سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ان اناجیل کے زمانۂ تصنیف کا تعین کرنا بھی ناممکن ہے اور کیسے کوئی یہ یقین کرے کہ یہ اناجیل انہیں لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں جن کی طرف یہ منسوب ہیں۔ کیا یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ یہودیوں نے یہ مختلف القول اناجیل لکھ ماریں اور یہ سادہ لوح مسیحی بے شمار بے سروپا روایات کو دیکھتے ہوئے بھی ان تحریروں کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

پھر ایک بات یہ سمجھ میں نہیں آئی کہ ان لاتعداد اناجیل لکھنے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی اور آخر وہ انجیل کیا ہوئی جس پر ایمان لانے کی دعوت جناب عیسیٰ نے اپنی حیات میں دی تھی اور جس کا پتہ ہم کو انجیل مرقس میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔

> پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری کی منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے توبہ کرو اور خوشخبری (یہ ترجمہ GOSPEL بمعنی انجیل، کا کیا گیا ہے) پر ایمان لاؤ۔
>
> مرقس ۱۵-۱۴:۱

ظاہر ہے کہ GOSPEL یا انجیل نام کی کوئی چیز اس وقت موجود تھی جبکہ

موجودہ اناجیل (سوانح عمریاں) ابھی وجود میں نہیں آئی تھیں۔ لہٰذا موجودہ اناجیل وہ نہیں ہیں جن پر ایمان لانے کی دعوت جناب عیسیٰ نے اپنی حیات میں دی تھی۔

عہدِ عتیق کی طرح اس عہد نامۂ جدید کی کتب و ملفوظات کی بھی اصل باقی نہیں رہی بلکہ یہ اُن کا ترجمہ ہے۔ (تسہیل علم الٰہی ص ۱۴۳) اور مترجم کا پتہ نہیں کہ وہ کون شخص تھا، مسیحی تھا یا یہودی، اس کو اس ترجمے کے ذریعہ مسیحی مذہب کو پھیلانا مقصود تھا یا مٹانا۔ پھر اس میں حوارین عیسیٰ و مبلغین مسیحیت کی کارگزاریاں بھی لکھ کر شامل کر دی گئیں، یہاں تک کہ اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو حوارین عیسیٰ یا مبلّغین نے تحریر کئے تھے۔ اور کچھ دیگر کتابوں کو غیر ضروری قرار دے کر بائبل سے علٰحدہ کر دیا گیا۔ معلوم نہیں، وہ کون سا اصول تھا جس کی بناء پر صرف چند اشخاص ہی کو یہ فخر حاصل تھا کہ ان کی تحریریں اور خطوط جزوِ کتابِ مقدس بن جائیں اور دوسرے اس سے محروم رہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

نئے عہد نامہ کی کتب کی تاریخ جیسے کہ ہم اوپر بیان کر چکے ۵۰ء و ۱۰۰ء کے درمیان ہے اس عرصہ کے درمیان یہ خدا کے بندوں کے ذریعہ سے لکھی گئیں اور

۳۹۷ء میں کارتھیج کی کونسل میں یہ قانون ٹھہرائی گئیں اور باقی غیر ضروری کتب کو علحدہ کردیا[3]

معلوم ہوا کہ نیا عہدنامہ بھی تحریف سے نہ بچ سکا اور اس میں بھی وقتاً فوقتاً حسب دلخواہ تصرفات کئے جاتے رہے۔ ٹرنٹ کی کونسل میں جو ۱۵۴۶ء منعقد ہوئی رومن کیتھولک مسیحیوں نے کلام مقدس از سرنو ترتیب دیا اور اپوکریفا (غیر مستند باتوں) کو کلام مقدس میں ان الفاظ کے ساتھ شامل کرلیا جو حسب ذیل ہیں۔

اگر کوئی آدمی ان تمام باتوں کو معہ ان کے اصول کے پاک اور مقدس اور با اختیار نہ مانے گا۔ تو وہ ملعون ٹھہرے گا۔ (تسہیل علم الٰہی صفحہ ۱۷۴-۱۷۵)

تحریفات کا یہ سلسلہ اس کے بعد بھی بند نہیں ہوا اور انجیل مقدس میں اب تک کتر بیونت جاری ہے چنانچہ ایک تازہ مثال یہ ہے۔

۳ب کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اناجیل کے لاتعداد نسخے ان آبائے کلیسا نے غائب کردئے۔ آخر وہ کونسا معیار تھا کہ جس سے صرف چند کتب کو ضروری اور بقیہ کو غیر ضروری قرار دیا گیا۔

عبارت مندرجہ بائبل مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۰ء باہتمام ڈاکٹر میتھر صاحب بحروف ٹائپ	عبارت مندرجہ بائبل مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی ۱۹۰۴ء و نیز ۱۹۳۸ء ایڈیشن
تین ہیں جو (آسمان پر گواہی دیتے ہیں اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور یہ تین جو زمین پر) گواہی دیتے ہیں روح اور پانی اور لہو اور یہ تینوں ایک پر متفق ہیں۔ یوحنا ۵: ۷-۸	اور جو گواہی دیتا ہے وہ روح ہے کیونکہ روح سچائی ہے: اور گواہی دینے والے تین ہیں روح اور پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں۔ یوحنا ۵: ۷-۸

(نوٹ) بائبل مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۰ء میں جو الفاظ بریکٹ میں درج ہیں وہ پہلے کے ایڈیشنوں میں بطور متن شائع کئے جاتے رہے ۱۸۷۰ء والے ایڈیشن میں ان الفاظ کو بریکٹ میں کر کے چھاپا گیا اور ۱۹۰۴ء کے ایڈیشن میں بالکل قلمزد کر دیا گیا۔

اِن خطوط میں جو آج جزو کتاب مقدس بنے ہوئے ہیں ہم کو ایک جگہ یہ عبارت ملتی ہے۔

"مجھ سے کہو تو۔ تم جو شریعت کے ماتحت ہونا چاہتے ہو کیا

شریعت کی بات کو نہیں سنتے؟ یہ لکھا ہے کہ ابراہام کے دو بیٹے تھے ایک لونڈی سے دوسرا آزاد سے۔ مگر لونڈی کا بیٹا جسمانی طور پر اور آزاد کا بیٹا وعدہ کے سبب سے پیدا ہوا۔ ان باتوں میں

؎ یہ تعریض حضرت ہاجرہ والدہ جناب اسمٰعیل ابن ابوالانبیا و حضرت ابراہیم پر ہے جن کے متعلق عیسائیوں کا بیان ہے کہ وہ جناب سارہ (حضرت ابراہیم کی پہلی بیوی) کی لونڈی تھیں حالانکہ یہ حقیقت سے بہت دور ہے اور جیسا کہ اکثر مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ آپ (جناب ہاجرہ) بادشاہ مصر رقیوں الملقب بہ طوطیس کی بیٹی تھیں۔ یہ بادشاہ جناب ابراہیم کا ہموطن تھا۔ جب جناب ابراہیم ترک وطن کر کے معہ اپنی بیوی سارہ و برادر زادہ حضرت لوط کے مصر پہنچے تو بادشاہ مصر نے حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کو اپنے ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لئے پسند کیا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے تو اس نے حضرت ابراہیم کی نہایت قدر و منزلت کی۔ جب آپ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو بھی ساتھ کر دیا تاکہ اس نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آیند آرزو کو پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم نے ہاجرہ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے انہیں پہلوٹھا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت فرمایا جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ بی بی سارہ سے حضرت ابراہیم کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اسحاق رکھا گیا۔

میں تمثیل پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ عورتیں گویا دو عہد ہیں ایک

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

قطع نظر ان تمام امور کے، جب خداوند عالم نے خود ہی ان دونوں بیبیوں کو برابر سمجھا تو پھر نہ معلوم دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ حضرت ہاجرہ کو لونڈی اور حضرت اسماعیل کو ذلیل نگاہوں سے دیکھیں اور بات بات پر ان کو لونڈی بچہ کہیں۔ خود توریت ہی میں ہے کہ۔

الف۔ خدا نے درد و غم سنا حضرت ہاجرہ کا	کتاب پیدائش	۱۶ : ۱۱
〃 سارہ کا	〃	۱۸ : ۱۴
ب۔ خدا نے نام رکھا حضرت اسماعیل کا	〃	۱۶ : ۱۱
〃 اسحاق کا	〃	۱۷ : ۱۹
ج۔ خدا نے برکت دی حضرت اسمٰعیل کو	〃	۱۷ : ۱۹
〃 اسحاق کو	〃	۲۶ : ۲۴
د۔ خدا ساتھ تھا حضرت اسماعیل کے	〃	۲۱ : ۲۰
〃 اسحاق کے	〃	۲۶ : ۲۴
ہ۔ قوموں اور بادشاہوں کے باپ اسماعیل ہوں گے۔	〃	۲۵ : ۱۶
〃 اسحاق 〃 〃 ۔	〃	۱۷ : ۱۶

نیز کتاب پیدائش ۵۰ : ۹ میں ہے کہ ابراہیمؑ کو ان کے دونوں بیٹوں اسماعیل و اسحاق

کوہ سینا پر کا جس سے غلام ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہاجرہ

بسلسلۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔

نے دفن کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائی تا عمر دکھ سکھ میں برابر ایک دوسرے کے شریک رہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی ایک بیٹی حضرت اسحاقؑ کے پہلوٹھے فرزند عیسو کو بیاہی تھی (پیدائش ۹:۲۸)۔

بلکہ حضرت ہاجرہ کو خود توریت ہی کی روایت سے اس بات میں حضرت سارہ پر فوقیت حاصل ہے کہ حضرت ہاجرہ کا درجہ خدا کے یہاں بالاتر تھا اور ان کے سامنے خدا کے فرشتے آیا کرتے تھے اور اُن کو خدا کا پیغام پہنچایا کرتے تھے (پیدائش ۱۷-۱۱:۱۶، ۲۱:۱۷) مگر سارہ کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۰ء۱۸ سے ثابت ہے کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم کی معرفت دی تھی۔

یہ بھی بتاتے چلیں کہ حضرت یعقوب بن اسحاق کے بارہ بیٹے ہوئے۔

بی بی لیاہ کے بطن سے چھ یعنی روبن، شمعون، لادی، یہودا، اشکار، زبلوں۔

بی بی راحل کے بطن سے دو۔ یوسف اور بن یامین۔

بی بی زلفہ (بی بی لیاہ کی کنیز) کے بطن سے دو یعنی جد اور آشر۔

بی بی بلہہ (بی بی راحل کی کنیز) کے بطن سے دو یعنی دان، نفتالی (پیدائش ب ۳۰-۲۹)

انہی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہیں جنھیں حضرت یعقوبؑ، موسیٰؑ،

ہے اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے اور موجودہ یروشلم اس کا جواب ہے۔ کیونکہ وہ اپنے لڑکوں سمیت غلامی میں ہے۔ مگر عالم بالا کی یروشلم آزاد ہے اور وہی ہماری ماں ہے کیونکہ یہ لکھا ہے۔

اے بانجھ تو جس کی اولاد نہیں ہوتی خوشی منا تو جو دردِ زہ سے ناواقف ہے آواز بلند کر کے چلا کیونکہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔

پس اے بھائیو۔ ہم اسحاق کی طرح وعدے کے فرزند ہیں اور جیسے کہ اُس وقت جسمانی پیدائش والا روحانی پیدائش والے کو ستاتا تھا ویسے ہی اب بھی ہوتا ہے۔ مگر کتاب مقدس کیا کہتی ہے؟ یہ کہ لونڈی اور اُس کے بیٹے کو نکال دے۔ کیونکہ لونڈی کا بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہوگا۔ پس اے بھائیو

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

داؤد۔ مسیح و یوحنا نے برکت یافتہ بتلایا ہے۔ لہذا عیسائی و یہودی جب "جد، اشر، دان و نفتالی" اور ان کی اولاد پر باوجہ ان کے لونڈی بچہ ہونے کے کوئی اعتراض نہیں کرتے بلکہ ان کو برکت یافتہ سمجھتے ہیں تو پھر حضرت اسماعیلؑ پر اعتراض کیسا۔

ہمیں آزاد رہنے کے لئے آزاد کیا ہے۔ پس قائم رہو اور دوبارہ غلامی کے جوئے میں نہ جتو۔ گلیتوں ۳۱-۲۱:۴

ایک دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بُلایا اس سے تم اس قدر جلد پھر کر اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے۔ (یعنی دوسرے مذہب کے قبول کرنے پر آمادہ ہو)۔ ..... اس خوشخبری کے سوا جو تم نے قبول کی ہے (یعنی مسیحیت) اگر کوئی تمہیں اور خوشخبری سُناتا ہے (یعنی دوسرا مذہب پیش کرتا ہے) تو ملعون ہو"۔ گلیتون ۹-۶:۱

خط کشیدہ الفاظ کو پھر غور سے پڑھئے اور پس منظر پر نگاہ دوڑائیے آپ کو معلوم ہوگا کہ بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل دونوں قبیلے شروع ہی سے بالکل علیحدہ علیحدہ رہے، ان کی شریعتیں تک جُدا رہیں۔ بظاہر اس تقابل کی ضرورت اور خفگی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن نہیں دوسری عبارت کے الفاظ غمازی کرتے ہیں کہ جب یہ عبارت لکھی گئی اس وقت عوام بجائے مسیحیت کے شریعت الٰہیہ کی جانب رجوع ہو رہے تھے۔ شریعت موسوی کی جانب نہیں کیونکہ اس کے متعلق تو حضرت عیسٰی صاف فرما چکے تھے کہ میں احکامات توریت منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں لہٰذا شریعت موسوی سے

عیسائیت کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس کا مقابلہ وہ کامیابی سے کرچکے تھے اور ہزارہا موسائی مسیحیت کو قبول کرچکے تھے، بلکہ جیساکہ سابقہ عبارت کے الفاظ بتاتے ہیں، عیسائی عوام اس شریعت کی جانب رجوع ہونے لگے تھے جس کا بانی حضرت ہاجرہ کی نسل سے تھا اور عرب کی سرزمین سے تمام اقوام عالم کو نجات کا راستہ دکھانے کے لئے مبعوث برسالت ہوا تھا۔ اس نئے صورت حال میں عیسائیوں کو اپنا ستارۂ اقبال ڈوبتا نظر آیا۔

دنیا جاہلیت کے دور سے گذر رہی تھی۔ عوام کے پاس تو کسی وقت بھی کتاب مقدس نہیں تھی پیشوایان مسیحیت اور آبائے کلیسا ہی واحد محافظ کتاب مقدس تھے۔ سب عادت سابقہ انھوں نے تحریف ہی میں اپنی بہتری دیکھی اور نتیجہ میں یہ تحریر عالم وجود میں آگئی۔

ابتدائی مبلغین مسیحیت میں ایک شخص برنباس نامی بھی تھا، اس نے بھی ایک انجیل تصنیف کی تھی جس میں اُس نے جناب عیسیٰ کے وہ تمام اقوال درج کردئے تھے جس میں آنے والے نبی کا نام محمدؐ بتایا گیا تھا ایک عرصہ تک اس پر دھیان نہیں دیا گیا۔ لیکن جب جناب محمد مجتبیٰؐ نے بنی اسماعیل سے عرب میں ظہور فرمایا تو دیگر اناجیل کے الفاظ کی تو کسی نہ کسی طرح تاویل کرلی گئی مگر برنباس کی انجیل کے الفاظ کا کوئی جواب نہ تھا

اس میں آنے والے نبی کا نام صاف محمدؐ لکھا ہوا تھا۔[۵] علمائے مسیحی کو بڑی دقت پیش آئی۔ چنانچہ اُنھوں نے انجیل برنباس کو ماننے سے صاف انکار کر دیا اور برنباس کے متعلق لکھا گیا۔

"یہاں تک کہ برنباس بھی اُن کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔"

گلیتوں ۲:۱۴

اس طرح انجیل برنباس بھی آبائے کلیسا کی مہربانیوں کی نذر ہو گئی۔ یہاں تک کہ آج بہت ہی کم لوگ ہیں جنھوں نے اس انجیل کا نام سُنا ہو۔

اناجیل میں تحریف و تغیر و تبدل کی ایک گہری وجہ اور ہے۔ سُنیئے اور غور سے سنیئے۔ سنٹ پال موجودہ عیسائیت کا بانی انجیل میں لکھتا ہے:

"اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی، اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے۔"

رومیوں ۳:۷

---

[۵] انجیل برنباس ۲۰ : ۲۲۰ (نوٹ: اس انجیل کا اردو ترجمہ احقر کے پاس موجود ہے۔ مصنف)

غور فرمایا آپ نے کہ یہ کیا عقیدہ ہے۔ اگر جھوٹ بولنے سے خدا کی بڑائی ظاہر ہو تو بلا تکلف جھوٹ بولئے۔ جب جھوٹ کا دروازہ اس طرح چوپٹ کھول دیا جائے تو اس سے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ظاہر ہیں۔

یہ سب کچھ ہوا مگر اہلِ نظر سے یہ حقائق پوشیدہ نہ رہ سکے اور شریعت بنی اسرائیل، شریعت اسلامیہ کے آگے قدم نہ جما سکی۔ اگر رسولِ اسلام کے بعد حقیقی وارثانِ نبوی برسرِ اقتدار آگئے ہوتے تو آج مسیحیت و یہودیت کی اینٹ سے اینٹ بج چکی ہوتی اور ہم ان کے متعلق عبرت کے افسانے ہی پڑھتے۔

---

(۵)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے اور جائز سوال ہے کہ پھر اِن پیشین گوئیوں پر جن کی بنیاد پر اس کتاب میں اتنا عالیشان قصر تیار کر دیا گیا، کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

اس سلسلہ میں ہم کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ضروری نہیں کہ ان سوانح عمریوں یا قصص الانبیاء کا ہر ہر لفظ غلط ہو۔ کم از کم ان سوانح عمریوں میں جو اقوال انبیاء درج ہیں ان پر تو اعتبار کیا ہی جا سکتا ہے صرف ذرا سی احتیاط شرط ہے۔ مثلاً کوئی شخص رسولِ اسلام کی سوانح عمری لکھنا چاہتا ہے اور اس میں کوئی قول رسول یا آیت قرآنی آجائے تو اس قول رسول یا کلام الٰہی پر اعتبار اور یقین کیا جا سکے گا صرف یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس قولِ رسول یا آیت قرآنی کی تحریف کرنے میں مصنّف کا کوئی خاص مقصد تو پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ تحریف بہرحال کسی مقصد کے حصول کی خاطر ہی کی جاتی ہے۔ پھر اگر یہ قول رسول یا کلام الٰہی بطور پیشین گوئی درج کیا گیا ہو تو اس میں تحریف کا مقصد بالکل بیکار ہی سمجھا جائے گا۔ اس طرح اس پیشین گوئی کو من و عن تسلیم کر لینا بالکل جائز ہو گا۔

اور اگر کوئی پیشین گوئی بالکل صاف اور غیر گنجلک الفاظ میں ہو

اور اس کی موید دیگر پیشین گوئیاں بھی ہوں اور وہ پیشین گوئی مصنف کتاب کے عقیدہ یا مقصد کے خلاف ہونے کے باوجود اس کی کتاب میں جگہ پا جائے تو پھر اس پر یقین کامل ہونا ایک لازمی امر اور فطری تقاضا ہے۔

علاوہ بریں بائبل کو کتاب مقدس ماننے والے تو مجبور ہیں کہ وہ ان پیشین گوئیوں کے ہر ہر لفظ پر سرِ تسلیم خم کردیں ورنہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی متزلزل ہو جائے گی اور اس طرح کتاب کا یہ حصہ عیسائی حضرات پر ایک حجت قاطع ہے۔ رہے مومنینِ اسلام تو ان کے لئے یہ چیز باعثِ فخر ہے کہ غیر قوموں کی کتبِ مقدسہ میں باوجود محرف ہونے کے یہ پیشین گوئیاں باقی رہ گئیں[۱] جسے سوائے تائید الٰہی کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرے لوگ ہمارے مخاطب ہی

---

[۱] قرآن مجید میں ایک آیۃ ہے۔

فسا کتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بایٰتنا یومنون ہ الذین یتبعون الرسول	میں تو اسے (اپنی رحمت کو) بہت جلد ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا (مخصوص کردوں گا) جو (بری باتوں سے) بچتے رہیں گے اور زکوٰۃ دیا کریں گے اور جو لوگ ہماری آیات پر ایمان

نہیں ہیں اور نہ ان کا ہماری اس تحریر سے اثر پذیر ہونا ضروری۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

النبی الامی الذین یجدون عندھم مکتوبا عندہ فی التوراۃ والانجیل نہ	رکھیں گے (یعنی) جو لوگ ہمارے نبی امی (محمدؐ) کے قدم بقدم چلتے ہیں جس (کی بشارت) کو اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔
قرآن مجید ۷ : ۱۵۵ ۱۵۶	

آخر فقرے میں مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ جہاں وہ ہو سکتا ہے جو اوپر درج ہوا وہاں یہ بھی ہوگا کہ جس (کی بشارت) کو وہ اپنے یہاں توریت وانجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔ پس بموجب آیتہ مذکورہ رسول اسلام کے متعلق پیشین گوئیوں کو ان ہر دو کتب (توریت وانجیل) میں قائم رہنا ہی چاہیئے۔

پس اس آیت کی روشنی میں اہل اسلام کے لیے بھی جائے مفر باقی نہیں رہی اور وہ بھی ان پیش گوئیوں پر ایمان رکھنے کے لئے مجبور ہیں۔

۷۸۶

باب اول

تمہید

عہدِ عتیق کتاب پیدائش میں ہے کہ سب سے پہلا حکم جو[1] دربارِ الٰہی سے صادر ہوا وہ یہ تھا۔

"روشنی ہو جاؤ" اور روشنی ہو گئی"

پیدائش ۳:۱

---

[1] کتاب پیدائش ۱:۱ کے الفاظ "خدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو بنایا"

واضح رہے کہ اس روشنی سے مطلب چاند یا سورج کی روشنی نہیں ہے کیونکہ چاند و سورج چوتھے روز پیدا کئے گئے (دیکھو کتاب پیدائش ۱۸-۱۴:۱)۔ پس یہ روشنی یا نور تمام مخلوق خداوندی میں سب سے اوّل مخلوق ٹھہری۔

یوحنا حواریٔ جناب عیسیٰؑ اپنی انجیل کی ابتدا میں اس نور کو کلام کے نام سے یاد کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"ابتدا میں کلام (نور) تھا اور کلام (نور) خدا کے ساتھ تھا۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ناظرین کو یہ شبہ نہ ہو کہ خدا کی اوّل مخلوق زمین و آسمان ہیں کیونکہ بموجب کتاب پیدائش ۸-۶:۱ و ۱۰-۹:۱ آسمان کی پیدائش دوسرے دن اور زمین کی پیدائش تیسرے دن ہوئی۔ عبرانیوں ۳ : ۱۱ میں ہے کہ "عالم خدا کے کہنے سے بنے ہیں۔ یہ نہیں کہ جو کچھ نظر آتا ہے ظاہری چیزوں سے بنا ہے"، اور آیت متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ خداوند عالم کا سب سے پہلا حکم اسی روشنی یا نور کی خلقت کے متعلق صادر ہوا لہذا یہی روشنی یا نور اوّل مخلوق ہے۔ آسمان و زمین کے بنائے جانے کا تذکرہ جو کتاب پیدائش ۱:۱ میں ہے وہ تو صرف خلقت عالم کے بیان کرنے کی تمہید ہے۔

اور کلام (یہ نور، گویا) خدا (خدائے[شہ] فیض و ہدایت) تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی (یعنی یہی نور باعث ایجاد خلق ہوا) اس میں (اس نور میں) زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی (یہ نورانی روح ہی انسان کے علوئے مرتبت کا باعث ہوئی اور وہ اشرف المخلوقات کہلایا)۔ اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اُسے قبول نہ کیا (یعنی یہ نور ہدایت کفر و ضلالت کی تاریکی کو چاک کرتا ہے مگر گمراہوں نے اسے قبول نہ کیا"

یوحنا ۵-۱:۱

نوٹ: بریکٹ کے اندر والے الفاظ ہمارے ذاتی الفاظ ہیں جو ہم نے وضاحت کے خیال سے لکھ دیے ہیں۔

آگے کیا جناب موصوف فرماتے ہیں۔

ایک آدمی یوحنا[شہ] نام آموجود ہوا جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔

[شہ] خدا سے ہم نے یہاں خدائے فیض و ہدایت مراد لے کر رسول موعود کی طرف اشارہ گیا ہے وہ اس بناء پر کہ بائبل کی زبان میں خدا سے مراد نبی و رسول بھی ہیں۔ (یوحنا ۳۵:۱۰)

[شہ] یہ یوحنا حواری جناب عیسیٰ ہیں جنھوں نے انجیل یوحنا لکھی ہے۔ یوحنا نبی ان کے علاوہ ہیں جو جناب عیسیٰ کے ہمعصر تھے اور جن کا تذکرہ اس آیت میں آیا ہے۔

(یعنی یوحنا نبی مبعوث ہوئے) یہ (یوحنا نبی) گواہی کے لئے آیا کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلے سے ایمان لائیں۔ وہ خود (یوحنا نبی) تو نور نہ تھا۔ مگر نور کی گواہی دینے کو آیا تھا۔ حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔ دنیا میں آنے کو تھا۔ (یعنی وہ نور جو اول مخلوق و نیز جو باعث خلقت کائنات تھا اب ظہور فرمانے والا تھا)۔

یوحنا ۹-۶:۱

اس حصۂ عبارت میں لفظ نور[1] استعمال ہوا ہے۔ یہ انگریزی لفظ "THE LIGHT" کا ترجمہ ہے اور بالکل یہی لفظ کتاب پیدائش ۳:۱ میں بھی آیا ہے لہذا عبارت مذکورہ بالا میں جو ہم نے کلام سے نور مراد لیا وہ بالکل درست ہے۔

---

[1] اس سلسلہ میں حضرت دانیال نبی کا کلام بھی نقل کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ دانی ایل نے کہا خدا کا نام تا ابد مبارک ہو کیونکہ حکمت اور قدرت اسی کی ہے۔ وہی وقتوں اور زمانوں کو تبدیل کرتا ہے۔ وہی بادشاہوں کو معزول اور قائم کرتا ہے۔ وہی حکیموں کو حکمت اور دانشمندوں کو دانش عطا کرتا ہے۔ وہی گہری اور پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ اندھیرے میں ہے اسے جانتا ہے اور نور اسی کے ساتھ ہے۔ (دانی ایل ۲۲-۲۰:۲)

نیز دیکھئے زبور ۳-۱:۴۳

خیال ہو سکتا ہے اور کہا بھی جاتا ہے کہ یہ نور جناب عیسٰی تھے اور یوحنا نبی نے انہی کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن خود بائبل کے بیانات اس سے متفق نہیں ہیں جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہوگا۔ بہرحال بموجب انجیل مذکور۔

"یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ اُنہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے۔ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ (یوحنا ۲۱-۱۹:۱)

اچھا اب ذرا سا توقف کیجئے۔ یہ واقعہ ۳۰ء کا ہے اس عبارت سے اتنا پتہ چلا کہ اس زمانہ میں لوگ تین شخصیتوں کی آمد کے منتظر تھے، اول مسیح، دوم ایلیا اور سوم "وہ نبی" یعنی جس کی آمد کی اطلاع تو ہو چکی تھی لیکن نام نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یا بوجہ انتہائے احترام اس کو "وہ نبی" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

جناب عیسٰی کی آمد کی پیشین گوئی اُن کے مبعوث برسالت ہونے سے پوری ہو گئی۔ رہ گئے ایلیاہ اور "وہ نبی"، جس کے لئے بتایا گیا۔

یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا میں تو تمھیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں، وہ تمھیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا۔ (لوقا ۱۶:۳)

بڑا زور دیا جاتا ہے بائبل کے ان الفاظ پر کہ

دوسرے دن اس نے (یوحنا نبی نے) یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا دیکھو یہ خدا کا برہ جو دنیا کا گناہ اٹھالے جاتا ہے یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھہرا ہے کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا..... وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے۔ (یوحنا ۳۳-۱:۲۹)

لیکن اگر "روح القدس سے بپتسمہ دینے والے" سے مراد دراصل جناب عیسٰی ہی ہیں جیسا کہ یوحنا نبی کے مذکورہ بالا قول سے استدلال کیا جاتا ہے تو پھر اعمال ۴:۱ کے ان الفاظ کی کیا تفسیر کی جائے گی جس میں کہا گیا ہے کہ:-

"یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدے کے منتظر رہو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے۔ (اعمال ۴:۱)

جس سے ظاہر ہے کہ حیات جناب عیسٰی میں کسی نے روح القدس بپتسمہ نہیں پایا بلکہ جناب عیسٰی کے انتقال کے بعد بھی اُن کے شاگرد اس بپتسمہ منتظر رہے، دوسرے کیا حشر ہوگا ان الفاظ کا جب بائبل خود ہی بڑھ کر جواب کہ جناب عیسٰی خود آخر وقت تک، ایک بپتسمہ لینے (بیعت کرنے کے ہے۔ چنانچہ عیسٰی نے فرمایا۔

لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے (بیعت کرنا ہے) اور جب تک وہ نہ ہو لے

میں بہت ہی تنگ رہوں گا۔ (لوقا ۱۲ : ۵۰)

اس کے علاوہ (یحییٰ یوحنا نبی) کا وہ بیان پڑھئے جو متی ۲ : ۱۱ میں درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (یوحنا نبی) اپنی زندگی کے آخر وقت تک یعنی ۳۱ء تک جبکہ وہ قید میں تھے اور اسی قید میں وہ شہید کر ڈالے گئے، یہ نہ سمجھ سکے کہ عیسیٰؑ ہی وہ آنے والے نبی ہیں یا نہیں۔ اصل عبارت یہ ہے۔

"اور یوحنا نے قیدخانہ سے مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اُس سے پچھوا بھیجا کہ آنیوالا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں"۔ (متی ۳-۲ : ۱۱)

اب اس بیان کی موجودگی میں یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے پہلے دن والے الفاظ جناب عیسیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہے گئے تھے کہ وہ آنے والا یہی ہے جیسا کہ متی ۱۱ : ۳ یا اعمال ۴ : ۱۹ کی عبارت سے استدلال کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ رسول جناب عیسیٰ کے علاوہ تھا جو بقول یوحنا نبی اس دنیا میں آنے کو تھا اور وہ وہی رسول موعود ہو سکتا ہے جس کو دنیا "وہ نبی" (THE PROPHET) کے نام سے اس وقت تک پکارتی تھی۔ اس نبی کا نام دنیا کو معلوم نہ تھا یا جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے کہ بوجہ انتہائے احترام لوگوں کو اس کا نام لینے سے روک دیا گیا تھا لیکن پھر بھی اتنا پتہ ضرور تھا کہ وہ آنے والا ہے، اس کے متعلق وعدۂ الٰہی تھا، تشریحات

کی جاچکی تھیں تفاصیل بتائی جاچکی تھیں۔ صفات بار بار دہرائے جاچکے تھے
کن کن الفاظ میں یہ آگے آتا ہے۔

رہ گئی دوسری شخصیت ایلیا، جو آنیوالی تھی اس کے متعلق بھی آئندہ
اوراق میں روشنی ڈالی جائے گی۔

اس سے قبل کہ سلسلۂ کلام آگے بڑھے یہ واضح ہونا ضروری ہے۔ کہ
پیشین گوئی دراصل وہ تاریخ ہے جو واقعہ کے رونما ہونے سے قبل تحریر کی جاتی
ہے۔ اور آگے چل کر اس واقعہ کا ہوبہو وقوع پذیر ہو جانا اس پیشین گو (نبی) کی
صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ان پیشین گوئیوں میں واقعات یا نام و پتے تلاش کرنا بے سود
ہوتا ہے کیونکہ ان میں دراصل مکمل واقعات کا خاکہ یا آنے والے شخص کی صفات ہی
بیان کی جاتی ہیں، اور وہ بھی تشبیہات و استعاروں میں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

میں نے تو نبیوں سے کلام کیا اور رویا پر رویا دکھائی اور
نبیوں کے وسیلے سے تشبیہات استعمال کیں۔ (ہوسیع ۱۰:۱۲)

اب یہ اہل غور و فکر کا کام ہے کہ وہ ان صفات والے انسان کو تلاش
کرلیں اور ان تشبیہات اور اشارات سے واقعات مرتب کرلیں۔

باب دوم

حضرت ابراہیم

افسوس کہ طوفان نوح کے قبل کی تاریخ بائبل میں نہایت مختصر دی ہوئی ہے بلکہ یہ کہیے کہ نوح سے قبل بائبل صرف شجرۂ انساب ہی پیش کرتی ہے۔ حضرت نوح کے بعد در اصل کچھ واقعات تفصیل سے دیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے واقعات ابراہیمی میں ہم کو یہ الفاظ ملتے ہیں۔ [۱]

اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت

---

[۱] قادر مطلق نے یسعیاہ نبی کی معرفت بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے اس پیشین گوئی اسماعیل کے متعلق مزید روشنی ڈالی۔

"پردیسی آ کھڑے ہوں گے اور تمھارے گلوں کو چرائیں گے اور بیگانوں کے بیٹے (غیر بنی اسرائیل یعنی بنی اسماعیلؑ) تمھارے ہل چلانے

(نبوت و امامت) دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار (دینی پیشوا، اولی الامر یا امام) پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ (پیدائش ۲۰:۱۷)

سردار سے دینی پیشوا یا روحانی سردار مُراد ہے کیونکہ اسی قسم کے الفاظ جناب

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

والے اور تاکستانوں میں کام کرنے والے ہوں گے۔۔۔۔ تمھاری خجالت کا عوض دوچند ملے گا وہ اپنی رسوائی کے بدلے (یعنی اس وجہ سے کہ بنی اسماعیل میں کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آیا) اپنے حصّہ سے خوش ہوں گے اور ان کو ابدی شادمانی ہوگی کیونکہ میں خداوند انصاف کو عزیز رکھتا ہوں۔۔۔۔ سو میں سچائی سے ان کے کاموں کا اجر دوں گا اور ان کے ساتھ ابدی عہد باندھوں گا۔ ان کی نسل قوموں کے درمیان نامور ہوگی اور اُن کی اولاد لوگوں کے درمیان اور وہ سب جو ان کو دیکھیں گے اقرار کریں گے کہ یہ وہ نسل ہے جسے خداوند نے برکت بخشی ہے۔

یسعیاہ ۹-۵ : ۶۱

عیسیٰؑ کے متعلق بھی استعمال ہوئے ہیں، لکھا ہے۔

اے بیت لحم، یہوداکے علاقے تو یہوداکے حاکموں میں ہرگز
سب سے چھوٹا نہیں ہے کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا
جو میری اُمت بنی اسرائیل کی نگہ بانی کرے گا۔ (متی ۶:۲)

نبوت مذکورہ بالا حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کبھی کسی خطہ، ارض کے بادشاہ نہیں ہوئے پس اگر سردار سے سردار دین مراد نہ ہو تو نبوت غلط۔ سردارِ دین کو ہم اپنی زبان میں نبی، پیغمبر، امام یا خلیفہ ہی کہیں گے۔

جناب ابراہیمؑ کو یہ نعمت خداوندی مفت ہاتھ نہیں آگئی تھی۔ بڑے بڑے سخت امتحانات سے آپ کو گزرنا پڑا۔ آخری اور سب سے بڑا اور سخت امتحان قربانیٔ اولاد کا حکم تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اس امتحان میں بھی پورے اُترے۔ آپ کی و جناب اسمٰعیلؑ کے جذبۂ ایمانی اور صبر و رضا ہی کی بناء پر یہ رحمتِ خداوندی نازل ہوئی۔ اور اُن کی نسل (ذریت) کو یہ شرف عطا ہوا۔

حضرت انسان کو کچھ اسی میں لطف آتا ہے کہ اصل واقعات کو چھپا کر غلط روایات کو شہرت دی جائے۔ چنانچہ بہت سی قومیں ایسی موجود

ہیں کہ جو قربانیٔ اسماعیلؑ کی منکر ہیں اور اس کی بجائے قربانیٔ اسحاق کی معلن۔ حالانکہ توریت میں اکلوتے بیٹے کی قربانی مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب پیدائش ۲ : ۲۲) لیکن وہ یہی کہے جائیں گے کہ اسحاقؑ کی قربانی کا حکم ہوا تھا جو توریت ہی کے بیان کے مطابق حضرت اسماعیلؑ سے ایک دو نہیں پورے چودہ سال چھوٹے تھے۔ ایسی صورت میں کوئی عقل مند تو جناب اسحاقؑ کو حضرت ابراہیمؑ کا اکلوتا بیٹا کہہ نہیں سکتا۔ ہٹ دھرمی کا علاج نہیں ہاں حضرت اسماعیلؑ ضرور اس وقت تک، جب تک کہ جناب اسحاقؑ پیدا نہ ہو لئے، حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے کہلاتے رہے۔

شریعتِ سابقہ کی رو سے ہر پہلوٹھا بچہ خواہ وہ انسان کا ہو، یا حیوان کا، خداوند تعالےٰ کے لئے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ اور حسبِ ضرورت قربانی یا خدماتِ الٰہیہ کے لئے انھیں پہلوٹھے بچوں میں سے انتخاب کر لیا جاتا تھا۔ توریت میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

بنی اسرائیل میں سب پہلوٹھے کیا انسان کیا حیوان میرے ہیں۔

گنتی ۱۷ : ۸

نیز یہ کہ :-

سب پہلوٹھے میرے ہیں اور نیز سے چوپایوں میں جو نر پہلوٹھے

ہوں کیا بچھڑے کیا برے سب میرے ہوں گے خروج ۱۹: ۳۴

یہ حکم کوئی نیا حکم نہ تھا بلکہ اس کا پتہ ابوالبشر حضرت آدم ہی کے عہد سے ملتا ہے۔ چنانچہ ہابیل فرزند آدم نے اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا ہدیہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا تھا جو قبول ہوا۔ دیکھئے کتاب پیدائش ۴: ۴

پہلوٹھے پن کی شرط اس قدر اٹل تھی کہ اس میں یہ لحاظ بھی روا نہیں رکھا گیا تھا کہ یہ پہلوٹھا بچہ محبوبہ بیوی ہی سے ہو۔ بلکہ پہلوٹھا اگر غیر محبوبہ بیوی سے بھی ہوتا تھا تب بھی وہی پہلوٹھا کہلاتا تھا اور وہ محبوبہ کے پہلے بچے پر فوقیت رکھتا تھا۔ چنانچہ توریت کا بیان ہے۔

اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ۔ اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں اور پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہے فوقیت دیکر پہلوٹھا نہ ٹھہرائے بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے مال کا دونا حصہ دے کر اسے پہلوٹھا مانے کیونکہ وہ اس کی قوت کی ابتدا ہے اور پہلوٹھے کا حق اسی کا ہے۔ (استثنا ۲۱: ۱۵-۱۷)

اس طرح یہ پہلوٹھے بچے باپ کی میراث میں دُہرے حصے کے حقدار ہوتے تھے، جبکہ ان کے دیگر بھائیوں کو صرف ایک ایک حصہ بطور ترکہ یا میراث

کے ملتا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی قاعدہ تھا کہ جب کوئی پہلوٹھا بیٹا معبد کی مجاورت یا کسی دیگر مذہبی خدمت کے لیئے باقاعدہ نامزد کر دیا جاتا تھا تو پھر اس کا شمار باپ کے خاندان میں نہیں ہوتا تھا اور نہ وہ باپ کے ترکے میں سے حصہ پاتا تھا۔ چنانچہ توریت میں ہے۔

اس موقع پر خداوند نے لاوی کے قبیلہ کو اس غرض سے الگ کیا کہ وہ خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرے اور خداوند کے حضور کھڑا ہو کر اس کی خدمت کو انجام دے اور اس کے نام سے برکت دیا کرے جیسا کہ آج تک ہوتا ہے اسی لیئے لاوی کو کوئی حصہ یا میراث اس کے بھائیوں کے ساتھ نہیں ملی کیونکہ خداوند اس کی میراث ہے۔

(استثنار ۹-۸:۱۰)

اور کتاب پیدائش ۱۰:۲۱ میں ہے کہ جب حضرت سارہ نے جناب ابراہیم سے کہا کہ "اس لونڈی اور اس کے بیٹے (حضرت ہاجرہ و جناب اسماعیل) کو نکال دے۔ کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اسحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا"، تو باوجودیکہ جناب ابراہیم کو سارہ کی یہ بات ناگوار خاطر گذری مگر پھر بھی خداوند عالم کا حکم ہوا "تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ کہتی ہے تو اس کی بات مان"

اور اس پر جناب ابراہیم نے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہ کو صرف ایک پانی کی مشک دے کر خود سے علٰحدہ کر دینا پڑا۔ جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کا کوئی ترکہ نہیں پایا بلکہ جیسا کہ کتاب پیدائش ۲۵:۵ میں صاف طور سے لکھا ہے کہ "ابراہیم نے اپنا سب کچھ اسحاق کو دیا" جناب اسحاق ہی حضرت ابراہیم کے ترکے کے واحد مالک قرار پائے۔ پس اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جناب اسمٰعیلؑ پہلوٹھے ہونے کی جہت سے ہدیۂ بارگاہ الٰہی کئے جا چکے تھے۔

اس کے علاوہ کسی شخص کا ہدیۂ بارگاہ الٰہی کر دیا جاتا اور توریت کے الفاظ "خداوند کے حضور" ایک ہی معنی رکھتا تھا، چنانچہ آپ نے توریت کی عبارت مندرجہ کتاب استثنا ۹-۸:۱۰ میں بھی انہیں الفاظ کو لاویوں کے لئے استعمال ہوتے دیکھا ہے اور کتاب پیدائش ۱۸:۱۷ میں جناب ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے بھی بالکل یہی الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب اسماعیل ہی ہدیۂ بارگاہ الٰہی کئے گئے تھے۔

ان سب باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے یہی ماننا پڑے گا کہ خداوندِ عالم نے جناب اسماعیل کی ہی قربانی کا حکم صادر فرمایا تھا نہ کہ جناب

اسحاقؑ کی نسبت ۔کیونکہ جناب اسماعیلؑ ہی حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹھے بیٹے تھے[۲۱]۔ اور وہی بطور ہدیہ بارگاہِ الٰہی نامزد کیئے گئے تھے اور ان ہی نے حسب شریعت مروجہ، حضرت ابراہیم کے ترکے میں سے کوئی حصہ نہیں پایا تھا۔

---

[۲۱] یہ افضلیت کچھ ایسی غیر معمولی کشش اور جاذبیت رکھتی تھی کہ اس پہلوٹھے پن کے حق کو اپنے ممدوح و پیشوا میں ثابت کرنے کے لئے لوگوں کو بڑی بڑی مضحکہ خیز داستانیں وضع کرنا پڑیں۔ مثلاً

حضرت اسحاقؑ کو پہلوٹھا قرار دینے کی یہ دلیل پیدا کی گئی کہ حضرت اسحاقؑ محبوبہ کے فرزند ہیں اور حضرت اسماعیل غیر محبوبہ (لونڈی) کے۔ اس لئے حضرت اسماعیلؑ، فرزندانِ ابراہیمؑ کی فہرست ہی سے خارج ہیں۔ چلیے چھٹی ہوئی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

حضرت اسحاقؑ کے دو فرزند ہوئے، عیسُو اور یعقوبؑ۔ عیسُو پہلے اور یعقوب ان کے بعد دوسرے نمبر پر۔ ہماری تو جرأت نہیں کہ انبیاء کے متعلق کچھ زبان درازی کر سکیں لیکن کتاب مقدس بائبل نے بتایا ہے کہ یعقوبؑ نے کس طرح اپنے بڑے بھائی عیسُو کی بھوک اور خستگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اُن سے پہلوٹھے پن کا بیعنامہ اپنے حق میں کرا لیا۔

توریت کتاب پیدائش ۱۸: ۱۴ و عبرانیوں ۱: ۷ میں ذکر کیا گیا
ہے کہ ابراہیمؑ نے جب خضر الاعمار پر (جو غالباً عراق کا بادشاہ تھا)

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔
گویا پہلوٹھاپن بھی کوئی جائداد منقولہ ہے۔ اور پھر کن کن چالبازیوں اور عیاریوں
سے اپنے باپ اسحاق سے برکت (نبوت یا خلافت) بھی لی جو صرف پہلوٹھے فرزند
عیسو کے لئے مخصوص تھی (پیدائش ۳۴-۲۴: ۲۶)۔ یاد رہے کہ یہ عیسو
حضرت اسماعیل کے داماد تھے (پیدائش ۹: ۲۸)۔
حضرت یعقوب کے بھی کئی لڑکے ہوئے۔ روبن پہلوٹھا اور بقیہ بشمول
یہودا، یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ روبن کے خلاف افسانہ بنا کہ انہوں نے اپنی
ماں کے ساتھ زنا کیا (معاذ اللہ)۔ اب بھلا کون شریف انسان ہوگا کہ روبن
کو یہودا پر کسی قسم کی فضیلت دے سکے۔ وہ پہلوٹھے ہوں تو ہوا کریں (کتاب
پیدائش ۲۲: ۳۵)۔
اب جناب یہودا باقی رہے جن کو روبن کے بعد حق پہلوٹھاپن پہونچ
گیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت بہت ہوشیار اور با اثر لوگوں میں سے
تھے کہ باوجودیکہ اُنہوں نے اپنی حقیقی بہو (تمر) سے زنا کیا لیکن حق

فتح پائی تو واپسی میں ملک صدق کو جو دربار کبریا کا ازلی کاہن تھا
اپنے کل مال کی دہ یکی (عشیر) دی اور اُس نے آنحضرت کو برکت (نبوت)
اور دعا دی۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔
پہلوٹھا پن پھر بھی اپنے پاس سے نہ جانے دیا۔
اس نتیجہ زنا میں یہودا و تمر سے دو صاحبزادے فارص اور زارح پیدا
ہوئے۔ بھلا یہ دونوں کیوں خاندانی روایت کو جانے دیتے۔ چنانچہ ان
دونوں نے ماں کے پیٹ ہی میں پہلوٹھے پن کے حق کے لئے جنگ
شروع کر دی۔ لکھا ہے کہ زارح نے شکم مادر سے پہلے اپنا ہاتھ نکال دیا
گویا میں پہلوٹھا ہوں۔ دائی نے اسی خیال سے ان کے ہاتھ میں لال ڈور
بھی باندھ دیا کہ یہ پہلوٹھا ہے۔ مگر فارص میاں بھی غافل نہ تھے
اُنہوں نے فوراً زارح کی ٹانگ پکڑ کر اندر گھسیٹ لیا اور خود برآمد ہو کر
پہلوٹھے بن گئے اور دنیا کو انگشت بدندان کر دیا۔ آخر تھے نہ عیسیٰ (علیہ السلام)
کے مورث اعلیٰ۔

یہ دلچسپ قصہ کتاب پیدائش باب ۳۸ میں مذکور ہے

اسی باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت (ابراہیمؑ) نے اس جنگ کے مالِ غنیمت میں سے خود کوئی حصہ نہیں لیا تھا (پیدائش ۱۴: ۲۰-۲۴)۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دہ یکی کس مال میں سے دی گئی۔ سوائے اس کے کہ اس وقت آپ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ملک صدق (کاہن ازلی) کے حضور آپ نے نذر مانی کہ اگر خدا نے اولاد دی تو دسواں حصہ اولاد کا نذرِ الٰہی یا کاہن مذکور کا ہوگا۔ ملک صدق نے اس پر دعا دی۔ توقع تو تھی ہی نہیں، بڑھاپے میں جو کچھ ملا کاہن مذکور کے توسل سے، اس لئے جب حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو دعا کے مستجاب ہونے اور دس بیٹوں کے ہونے کی امید ہو گئی، وعدے کے مطابق پہلوٹھا مال (بیٹا) کاہن مذکور کی نذر کر دیا۔[۱۳]

شجرۂ ابراہیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؑ نے اپنی حیات میں پندرہ لڑکوں اور پوتوں کو پرورش کیا۔ دہ یکی (عشیر) کے مطابق پہلوٹھے یعنی

۱۳؎ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا یہی راز تھا۔ چونکہ وہ کاہن مذکور کی ملکیت تھے لہٰذا حضرت ابراہیمؑ کو ان سے اپنی کوئی ذاتی خدمت لینے کا حق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اسی بناء پر اول تو جناب ابراہیمؑ کو حکم پہنچا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کو ایک مقررہ مقام پر منتقل کر دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حسبِ ارشادِ الٰہی جناب اسماعیلؑ کو ایامِ طفلی ہی میں معہ اُن کی والدہ ماجدہ (حضرت ہاجرہؑ) کے بیت ایل (بیت اللہ) پر منتقل کر دیا اور خود وقتاً فوقتاً جا کر خبر گیری کرتے رہے۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ ذرا بڑے ہو گئے تو قدرت نے اس عارضی تعلق کو بھی

حضرت اسماعیلؑ کلیتاً ملکیت کاہن مذکور (ملک الصدق) ہو چکے۔ دوسرا بیٹا

بھی نصف ملکیت کاہن مذکور قرار پایا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت اسحاق ایک طرف

خدمتِ پدر اور دوسری طرف خدمت کاہن دربار الٰہی پر مامور ہوئے تاکہ حیاتِ پدر

میں ان کی خدمت اور ان کے بعد، اُس عہد کے مطابق جو اُن کے ساتھ ہوا وہ

آمد ملک صدق کا اعلان نسلاً بعد نسلاً کرتے رہیں، یہاں تک کہ اولاد اسحاق کا

آخری مبلغ (حضرت عیسیٰؑ) اس کاہن دربار الٰہی کے طریقہ کا معلم اور اُس کا تابع

قرار پایا چنانچہ کہا گیا۔

"جہاں یسوع ہمیشہ کے لئے ملک صدق کے طور پر سردار کاہن

بنکر ہماری خاطر پیشرو کے طور پر داخل ہوا ہے"۔ (عبرانیون ۶:۲۰)

اس عہد کو اولاد حضرت اسحاق یا انبیائے بنی اسرائیل نے کس طرح ایفا کیا وہ

آئندہ آتا ہے۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

قربانی حضرت اسماعیلؑ کا حکم دیکر ختم کرا دیا۔ اور اس طرح جناب اسماعیل کلیتاً کاہن مذکور

کی ملکیت میں آگئے۔ اسی وجہ سے حضرت اسماعیلؑ نے جناب ابراہیم کی جائداد متروکہ

میں سے کوئی حصّہ بھی نہ پایا۔ چنانچہ کتاب پیدائش ۲۵:۵ میں ہے کہ "ابراہیم نے

اپنا سب کچھ اسحاق کو دیا"۔

باب سوم

حضرتِ یعقوبؑ

حضرتِ یعقوب، جناب اسحاق کے فرزند اور جناب ابراہیمؑ کے پوتے تھے۔ جب آپ کا وقت انتقال قریب ہوا تو آپ نے اپنے جملہ فرزندوں کو بلا کر وصیت کی۔ آپ کے فرزندوں میں ایک فرزند یہوداؔ بھی تھے جو جناب عیسیٰؑ کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ ان کو بلا کر جناب یعقوب نے فرمایا:۔

یہودا سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک کہ شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہونگی۔[۱] (پیدائش ۱۰ : ۴۹)

---

[۱] گویا سلطنتِ یہود کا خاتمہ موقوف تھا آمدِ شیلوہ پر، نہ کہ اس کے بالکل برعکس۔

مندرجہ بالا اردو ترجمہ میں "شیلوہ" (عبرانی لفظ) بجنسہ رکھ دیا گیا ہے اس کا ترجمہ قابلِ اژدر ہے جس کو عربی میں حید سا کہیں گے۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

یہ عیسائی حضرات کی نرالی منطق ہے کہ چونکہ ۶۳ قم میں یروشلم پر رومیوں کا قبضہ ہوگیا لہذا یہودیوں کی سلطنت ہی کا خاتمہ ہمیشہ کے لئے ہوگیا۔ اور اس وجہ سے شیلوہ (یعنی جناب عیسیٰ) کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا۔ حالانکہ اگر وہ حقیقتاً ۶۳ قم میں سلطنت یہود کا خاتمہ مانتے ہیں تو حسب پیشین گوئی یعقوب، شیلوہ کی آمد ۶۳ قم سے پہلے ہونا چاہئیے نہ کہ ۶۳ سال بعد۔

دوسرے شیلوہ کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ "قومیں اس کی مطیع ہونگی" اور جناب عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی ہوکر آئے تھے نہ کہ دیگر اقوام کے لئے۔ تو پھر قوموں کے مطیع ہونے والے فقرے کا اطلاق ان پر کیسے ہو سکتا ہے۔ انکی مطیع تو صرف ایک قوم (بنی اسرائیل) ہی ہو سکتی ہے۔

اب رہا اس بات کا ثبوت کہ جناب عیسیٰ تمام قوموں کے لئے نبی ہو کر نہیں آئے تھے بلکہ صرف ایک قوم بنی اسرائیل کے لئے، ذیل کی سطور میں ملاحظہ ہو۔

"اے بیت لحم یہودا کے علاقے ...... تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت بنی اسرائیل کی نگہبانی کریگا۔" (متی ۲:۶)

دوسری کتابت "شیلا" کا ترجمہ شیر یا اسد ہوتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔

منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (متی ۵:۱۷)

ایک مرتبہ جناب عیسیٰؑ نے ایک کوڑھی کو اچھا کیا تو اس سے کہا۔

خبردار کسی سے نہ کہنا بلکہ جاکر کاہن کو دکھا اور جو نذر موسیٰ نے

مقرر کی ہے اسے گذران تاکہ اس کے لئے گواہی ہو۔ (متی ۸:۴)

اس آخری آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ خود شریعت موسیٰؑ پر عامل تھے

اور موسیٰؑ چونکہ صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے لہٰذا حضرت عیسیٰؑ بدرجۂ اتم بنی

اسرائیل کے نبی ہوئے۔

حضرت عیسیٰؑ نے خود بھی اس معاملہ کو اپنے حوارین کے سامنے صاف

کردیا تھا اور ان کو ہدایت کردی تھی کہ

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل

نہ ہونا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا"

(متی ۱۰:۶)

جب ایک دفعہ ایک غیر اسرائیلی عورت نے اپنی بیمار لڑکی کو اچھا کرنے کے لئے

لڑکے یہوداکو بتایا کہ تیرے خاندان میں نبوت و حکومت اس

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

مسیح سے استدعا کی تو اس وقت مسیح نے اس سے کہا۔

میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور

کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی ۲۴ : ۱۵)

جب اس نے بہت زیادہ منت و سماجت کی تو مسیح نے جواب دیا:

"لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں ....."

(متی ۲۶ : ۱۵)

گویا غیر بنی اسرائیل مسیح کی زبان میں کتے ہیں۔ اب اگر کتا کسی مذہب

میں داخل ہو کر اس نبی کی اُمت کے برابر ہو سکتا ہے تو غیر اقوام کے

لوگ بھی مسیحیت کو قبول کر کے اسرائیلی مسیحیوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ شاید

یہی وجہ ہے کہ گورے چمڑے والے عیسائی، کالے رنگ والے عیسائیوں

اپنے گرجوں میں داخل تک نہیں ہونے دیتے۔

اس طرح مسیح نے غیر قوموں کو اپنی اُمت میں قبول کرنے سے سختی

ساتھ انکار کر دیا حالانکہ یہاں صرف بیماری سے شفایاب کئے جانے کی

تھی نہ کہ عیسائیت میں شامل کئے جانے کی، لیکن مسیح نے اسے بھی جائز نہ سمجھا

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ایک دوسرے موقع پر جناب عیسیٰ نے فرمایا۔

"اگر تیرا بھائی گناہ کرے تو اگر۔۔۔۔۔ وہ کلیسا کی سننے سے بھی انکار کر دے تو اسے غیر قوم والے اور محصول لینے والے کے برابر جان۔" (متی ۱۵ : ۱۸)

معلوم ہوا کہ مسیح غیر قوم (غیر بنی اسرائیل) کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

یہاں آکر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ کب اور کیسے شروع ہوئی۔؟

کہا جاتا ہے کہ دوبارہ جی اٹھنے کے بعد مسیح نے خود اس کی اجازت دیدی تھی کہ غیر قوموں میں بھی مسیحیت کی تبلیغ کی جائے جیسا کہ متی ۲۹ : ۲۸، مرقس ۱۵ : ۱۶، اور لوقا ۴۷ : ۲۴ سے استدلال کیا جاتا ہے لیکن بائبل کے بیانات خود اس کی تردید کر رہے ہیں۔

اعمال باب ۱۱ کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ حواریین مسیح، مسیح کے انتقال کے کافی عرصہ بعد تک غیر قوموں میں تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ پطرس سب سے پہلا شخص ہے جس نے غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ شروع کی

نہ ہو۔

بنی یہودا میں نبوت و حکومت کا سلسلہ حضرت داؤد سے

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

چنانچہ چرچ نے اس سے جواب طلب کیا کہ تو نے غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ کیوں کی۔ اس پر بجائے انجیل کا حوالہ دیتے یا مسیح کا فرمان نقل کرنے کے پطرس نے ایک خواب بیان کر دیا۔ اور اس خواب کو وجہ جواز کے طور پر پیش کیا۔ اگر مسیح کا کوئی حکم واقعی موجود تھا تو پطرس نے اس کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ اور خواب بیان کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ اضافات بعد کی ایجاد ہیں۔

اس کے بالکل برعکس مسیح نے آسمان پر جانے کے وقت انہی پطرس کو خاص طور پر مخاطب کرکے پہلی مرتبہ کہا "میرے برے چرا"، دوسری مرتبہ کہا "میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر"، اور تیسری بار کہا "میری بھیڑیں چرا"، یعنی بنی اسرائیل کی نگہبانی کر، اور انھیں میں تبلیغ کر۔ یہ نہیں کہ غیر قوموں میں بھی مسیحیت کی تبلیغ کرنا۔ لیکن افسوس ہے کہ اُنھوں نے عیسٰیؑ کی اس آخری وصیت کو بھی پورا نہ کیا اور سب سے پہلے اُنھوں ہی نے مسیح کی صریح نافرمانی کرکے غیر قوموں میں تبلیغ شروع کی۔

شروع ہوا۔ اس قبیلے میں آخری نبی حضرت عیسیٰ ہوئے لہذا بنی یہود

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

اب ذرا پطرس موصوف کی زندگی کے حالات پر غور کیجئے کہ یہ حضرت کس قماش کے آدمی تھے۔ مسیح نے ان کو بد اعتقاد کا خطاب دیا۔ (متی ۲۹: ۱۴)۔ متی نے ان کو شیطان کہا (متی ۲۳: ۱۶) اور متی ۳۵: ۲۶ میں ہے کہ مسیح نے انہی پطرس کے متعلق پیشین گوئی کی کہ تو تین مرتبہ میرا انکار کرے گا۔ چنانچہ بموجب بیان متی ۷۵: ۲۶ انھوں نے واقعی تین مرتبہ مسیح کا انکار کیا اور جناب عیسیٰ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

مسیح کا انکار کرنے والے کا کیا حشر ہوگا، اسے خود جناب مسیح کی زبان سے سنئیے، آپ فرماتے ہیں۔

جو آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے گا میں باپ کے سامنے

آسمان پر اس کا انکار کروں گا۔ (متی ۲۳: ۱۰)

ایسی صورت میں تو پطرس کی نجات بھی ناممکن ہے۔

متی ۳۹: ۲۶ میں ہے کہ مسیح نے تین مرتبہ پطرس سے دعا کرنے کو کہا اور تینوں مرتبہ یہ حضرت سو گئے۔ یہ مسیح کے بالکل آخری زمانہ کا ذکر ہے۔ بھلا جس شخص نے زندگی بھر صحبت اٹھانے کے بعد بھی کچھ حاصل نہ کیا ہو اور

میں نبوت کا سلسلہ احکامات عیسوی کی تعمیل میں جاری رہا اور گو یہودی
کنعان سے جلاوطن اور اسیر کئے گئے و نیز یروشلم پر رومیوں کا قبضہ

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ایسا اعتقاد رہا ہو اُس سے سوائے نافرمانی مسیح کے اور توقع ہی کیا کی جاسکتی
ہے اور ایسے شخص کا قول یا خواب کیا وزن رکھتا ہے۔

مسیحیت کے دوسرے مبلغ سنٹ پال (پولوس) ہیں جنھوں نے غیر قوموں
میں تبلیغ کی۔ یہ وہ بزرگوار ہیں جنھوں نے مسیحیت میں اتنی تبدیلیاں کی ہیں کہ اس کا
پورا ڈھانچہ ہی بدل کر رہ گیا۔ جیسا کہ خود ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔
آخر عمر میں ان پر حُب دنیا غالب آگئی تھی اور یہ سیاسی حالات کے مطابق
خود کو اور مسیحیت کو ڈھالتے رہے چنانچہ سب سے پہلے آپ نے شاہان
وقت کی حکومت کو حکومت الہیہ کے درجہ پر پہنچانے کے لئے حسب ذیل
فرمان جاری کیا۔

ہر شخص اعلیٰ حکومتوں کا تابعدار رہے کیونکہ کوئی حکومت ایسی
نہیں جو خدا کی طرف سے نہیں اور جو حکومتیں موجود ہیں خدا کی
طرف سے مقرر ہیں۔ پس جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ
خدا کے انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں وہ

ہو گیا۔ لیکن عراق و عرب کے دیگر مقامات میں بنی یہود کی حکومت

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

سزا پائیں گے۔

(رومیوں ۲-۱ : ۱۳)

اس کے بعد آپ نے ایک قدم اور بڑھا کر بادشاہوں اور امراء کا نام باقاعدہ خطبۂ عبادت میں شامل کرا دیا۔

پس میں سب سے پہلے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مناجاتیں اور دعائیں اور التجائیں اور شکر گذاریاں سب آدمیوں کے لئے کی جائیں۔ بادشاہوں اور سب بڑے مرتبہ والوں کے لئے، اس لئے کہ ہم کمال دینداری اور سنجیدگی سے امن و آرام کے ساتھ زندگی گذاریں۔ یہ ہمارے منجی خدا کے نزدیک عمدہ اور پسندیدہ ہے۔

(۱- تیمتھیس ۳-۱ : ۲)

امراء پرستی کا یہ جذبہ اس قدر بڑھا کہ انہوں نے شریعت کے احکام تک ٹھکرانا شروع کر دئے۔ ختنہ کے حکم کی جو جناب ابراہیمؑ کے زمانے سے برابر جاری رہا اور جو توریت کے حکم سے ہر بنی اسرائیل پر فرض قرار دیا گیا تھا یہ کہکر مخالفت کی۔

دیکھو میں پولوس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح

باقی رہی، چنانچہ ہشام خیبری قلعہ قموس کا سردار اور بنی قینقاع

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

سے تم کو فائدہ نہ ہوگا...... (گلیتوں ۲:۵)

ایک دوسرے مقام پر انہوں نے حضرت موسیٰ ایسے جلیل القدر نبی کی تحقیر و تذلیل کی جسارت کی۔ کہتے ہیں

پس ہم امید کر کے بڑی دلیری سے بولتے ہیں اور موسیٰ کی طرح نہیں جس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا تاکہ بنی اسرائیل اس مٹنے والی چیز کے انجام کو نہ دیکھ سکیں۔

(۲۔ کرنتھیوں ۱۳-۱۲:۳)

توریت، اُس توریت کی بابت جس کے متعلق جناب عیسیٰ کا ارشاد ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"۔ (متی ۵:۱۷)

و نیز یہ کہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے" (متی ۵:۱۸)، آپ نے ارشاد فرمایا:

غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب

(نذاک والے) یہودی ہی تھے۔ ان (بنی یہودہ) میں ریاست و نبوت

منسوخ ہو گیا۔ (عبرانیوں ۱۸: ۷)

اور پھر یہ جانتے ہوئے کہ جناب عیسیٰؑ فرما گئے ہیں کہ

جو کوئی ان چھوٹے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا، وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ (متی ۱۹: ۵)

ایک دوسرے مقام پر جناب مسیح ہی کے خلاف فتویٰ صادر کر دیا۔ کہتے ہیں:

پس آؤ مسیح کی تعلیم کی ابتدائی باتیں چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھائیں اور مردہ کاموں سے توبہ کرنے اور خدا پر ایمان لانے اور بپتسموں اور ہاتھ رکھنے اور مُردوں کے جی اُٹھنے اور ابدی عدالت کی تعلیم کی بنیاد دوبارہ نہ ڈالیں۔

(عبرانیوں ۳-۱: ۶)

گویا مسیح کی تعلیم ناقص تھی اور اب آپ جو ہدایات دے رہے ہیں وہ کمال تک پہنچانے والی ہیں۔ اور پھر ذرا غور تو فرمائیے کہ جناب کو "خدا پر ایمان لانے" اور "ابدی عدالت" یعنی روز محشر یا قیامت سے بھی انکار ہے

معیاذ باللہ۔ کیا ان صریح الفاظ کو دیکھ کر بھی کسی کو ان کے ارتداد میں شک باقی رہ جائے گا؟

اب ایسا شخص جو کچھ کر گزرے وہ تھوڑا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جب ان سے اور برناباس سے (مسیحیت کے ایک اور مبلغ جو مسیح کے شاگرد بھی ہیں) کسی بات پر لڑائی ہو گئی تو یہ اس سے علیحدہ ہو گئے (اعمال ۳۹:۱۵) اور دونوں مختلف سمتوں میں تبلیغ کے لئے روانہ ہو گئے (اغلب ہے کہ برناباس ان کے انھیں عقائد کی وجہ سے برداشتہ خاطر ہو کر علیحدہ ہو گئے ہوں گے۔)

ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چند لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور بحث کرنے لگے تو آپ نے غصہ ہو کر غیر قوموں کی جانب اپنی توجہ پھیر دی (اعمال ۵:۱۸)

یہ ہے اصلی وجہ دیگر اقوام (غیر بنی اسرائیل) میں مسیحیت کی تبلیغ کی۔ اور اس معاملہ میں سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کے اصحاب خاص اور تابعین ہی نے نافرمانی کی۔ جناب عیسیٰ نے انھی حالات کو مدنظر رکھ کر بطور پیشین گوئی فرمایا تھا۔

اس دن (روز حشر، جس سے جناب پولوس کو انکار ہے)

بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام

حیدر کرار کے دست حق پرست پر فتح ہوا روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اس قلعہ (قموس) پر حملہ کرتے وقت اپنا نام حیدر (بمعنی شیلوہ) ہی بتایا تھا جس کی بنا پر اوس قلعہ کے کاہن نے اہل قلعہ او حاکم وقت کو آگاہ کر دیا تھا کہ اب اس قلعہ کا فتح ہو جانا یقینی ہے۔

حضرت یعقوب کی اس وصیت یا پیشین گوئی کے مطابق بنی اسرائیل کو قبول اسلام کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ نبوت کا زمانہ بنی یہود میں ختم ہو چکا تھا، رہی سہی حکومت بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

تصدیق رسالت محمدی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا شہادت درکار تھی؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بد روحوں کو نہیں نکالا....

.....اس وقت میں ان سے صاف کہدوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہیں تھی۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ (متی ۷ : ۲۲)

پس اس تمام بحث کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جناب عیسیٰ مسیح ہرگز شیلوہ نہیں ہیں۔

باب چہارم

حضرت موسیٰؑ

حضرت یعقوب کے بعد حضرت موسیٰؑ کی معرفت بلند پیمانے پر آمدِ رسول موعود کا اعلان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ وہ رسول موعود اسرائیلی تو نہیں ہوگا مگر پھر بھی غیر نہیں ہے کیونکہ ان کے بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے ہوگا۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہوا۔

(اے موسیٰ) میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں (یعنی بنی اسماعیل) میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی یعنی دنیا کا ہر شخص بلا استثناد قوم وملت) میری اِن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا

نہ سُنے تو میں اُن کا حساب اس سے لوں گا۔

(استثناء ۱۹-۱۸ : ۱۸)

اس کے بعد ہی قدرت نے اس خیال سے کہ شاید کچھ ابن الوقت اس پیشین گوئی کو اپنے اوپر چسپاں کریں اور رسول موعود ہونے کے دعویدار بن جائیں، تنبیہہ کی۔

لیکن جو نبی گستاخ بنکر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ (استثناء ۲۰ : ۱۸)

اور ساتھ ہی ساتھ ان جھوٹے لوگوں کی جو رسول موعود ہونے کے دعویدار بنیں یہ پہچان بھی بتادی کہ ایسے جھوٹے دعویداران رسول موعود کی کوئی پیشین گوئی پوری نہ ہوگی۔ (دیکھئے استثناء ۲۱ : ۱۸)

واضح رہے کہ بموجب اعمال ۲۴-۲۰ : ۴ و ۲-پطرس ۱ : ۳، یہ پیغمبر موعود، حضرت عیسیٰؑ کے انتقال فرما جانے کے بعد تک نہیں آیا تھا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اُٹھالئے جانے کے بعد تک ان کے حواریین اور دیگر اشخاص رسول موعود کی آمد کے منتظر تھے۔ اسی کا موید لادیوں اور جناب یوحنا نبی کا وہ مکالمہ بھی ہے جسے ہم پہلے درج کرچکے ہیں۔ (یوحنا ۲۱-۱۹ : ۱)

مطابق عبارت استثنا ۱۹-۱۸:۱۸ متذکرہ بالا دنیا کا ہر شخص اس رسول موعود کا حکم ماننے یا اس پر ایمان لانے پر مامور تھا اور یہ کہ وہ مثیلِ موسیٰ، بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے ہونے کو تھا۔ بنی اسرائیل کے بھائی چونکہ بنی اسماعیل، بنی عیساؤ، بنی قطورہ سب ہی ہو سکتے تھے۔ لہٰذا قدرت نے مزید پتہ دیا کہ

خداوند سینا سے آیا، شعیر سے ان پر آشکارا ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ (استثناء ۲:۳۳)

کوارٹرلی ریویو آف لنڈن ۱۸۶۹ء، ص ۲۹۹ (Q.RLY REVIEW OF LONDON 1869 P.299) (جس کا ایڈیٹر ایک عیسائی عالم ہے) میں ہے کہ

سائیفر (CYPHUR) نے ان خاص آیتوں کی جن میں سینا، شعیر اور فاران کی بشارت مذکور ہے اس طرح پر تشریح کی ہے کہ خدا سینا سے نکلا یعنی عبرانی زبان میں شرع دی گئی جس سے توریت مُراد ہے اور شعیر سے چمکا یعنی یونانی زبان میں بھی شرع دی گئی جس سے انجیل مُراد ہے اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا یعنی عربی میں بھی شرع دی گئی ہے جس سے قرآن مُراد ہے۔

چند سطور کے بعد ایڈیٹر موصوف پھر لکھتے ہیں:۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سینا اور شعیر اکثر بجائے بنی اسرائیل
اور عیسیٰ مستعمل ہیں اور فاران تو صاف صاف عرب کے لئے
استعمال ہوا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ آیت ہذا اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہی ہے
کہ کلام الٰہی اوّل کوہ سینا سے (جس کی ایک چوٹی کوہ طور کہلاتی ہے)
بتوسط جناب موسیٰ آیا، بار دوم کلام الٰہی شعیر (کوہ زیتون سے جو جناب
داؤد و جناب عیسیٰ کا مقام عبادت تھا) معرفت جناب عیسیٰ آیا اور بار سوم
کلام الٰہی کوہ فاران سے محمد مصطفےٰ کی معرفت نازل ہوا۔

ناظرین یاد رکھیں کہ آشکار ہونے اور جلوہ گر ہونے میں فرق ہے
سورج جب دوپہر کو اپنی جلوہ گری دکھلاتا ہے تو اُس وقت شرق و
غرب عالم روشن و منور ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ کلام جو فاران سے جلوہ گر
ہوا تمام دنیا کیلئے تھا۔ یہ نبوت، نبوت مطلق تھی، یہ رسول رسولِ موعود تھا، اسی کا
کلام، کلام الٰہی تھا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى شاہد
ہے۔ اسی کی شریعت تمامی عالم پر حاوی تھی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہر شخص
(بلا استثنار قوم، ملک و ملت) اس کا حکم ماننے پر مامور تھا۔

جناب عیسیٰ نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں اپنے حوارین کو خبر دی تھی۔
لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے فائدہ مند ہے

کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (اصل عبرانی لفظ PARECLETE فارقلیط بمعنی زیادہ تعریف کے لائق یعنی احمد ہے) تمہارے پاس نہ آئیگا ...... لیکن جب وہ یعنی روح حق (سید الصادقین) آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو سُنے گا وہی کہے گا (وما ینطق عن الھویٰ الخ) اور تمھیں آئندہ کی خبریں دیگا۔ (یوحنا ۱۳-۱۶٬۷)

لہذا رسول موعود، مثیل موسیٰؑ، مددگار، PARECLETE فارقلیط روحِ حق ایک ہی ہستی قرار پائے جو بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں (جو بیت المقدس کے جنوبی ملک عرب میں آباد ہوگئے تھے اور جہاں کوہ فاران واقع ہے جس کا ایک حصہ غار حرا کے نام سے موسوم ہے) پیدا ہونے کو تھے۔ جسے جناب عیسیٰؑ نے ان الفاظ میں فرمایا تھا:

اس لئے میں تم سے (بنی اسرائیل سے) کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی (حکومت الٰہی، نبوت یا امامت) تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔

(متی ۲۱:۴۳)

باب پنجم

حضرت ملاکیؑ

معلوم ہوتا ہے کہ لوگ انتظار کی صبر آزما مدت سے گھبرا اُٹھے تھے اور نبیوں سے بار بار دریافت کرتے رہتے تھے کہ آخر وہ رسول موعود کب آئے گا، اس پر ملاکیؑ نبی پر وحی نازل ہوئی۔

اسی میں جو کہتے ہو...... کہ عدل کا خداوند کہاں ہے۔ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کریگا اور خداوند (خدائے فیض و ہدایت یعنی رسول موعود) جس کے تم طالب ہو ناگہاں، اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا رب الافواج فرماتا ہے۔

ملاکی ۱۷: ۲ تا ۱: ۳

مطابق نوشتہ مذکورہ رسول موعود، یعنی خدائے انصاف یا عہد کے رسول سے قبل ایک رسول کا آنا ضروری تھا جو ہراول یا پیش رو کے مانند تھا۔ اس پیشرو کے بعد رسول موعود کی آمد مقدر تھی۔ بیان پولوس (عبرانیوں ۱۹: ۶) کے مطابق جناب عیسیٰ وہ پیشرو ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

وہ (ملک صدق) ہماری جان کا ایسا لنگر ہے جو ثابت اور قائم رہتا ہے اور پردہ کے اندر بھی پہنچتا ہے۔ جہاں یسوع مسیح ہمیشہ کے لئے ملک صدق کے طور پر سردار کاہن بن کر ہماری خاطر پیشرو کے طور پر داخل ہوا ہے۔

(عبرانیوں ۲۰-۱۹: ۶)

اس بیان سے جہاں یہ پتہ چلا کہ جناب عیسیٰؑ ہی وہ پیشرو ہیں، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پیشرو (جناب عیسیٰؑ) جو عہد کے رسول یا خداوند انصاف سے پہلے آنے کو تھے، ملک صدق کے طریقہ پر تھے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ شاگرد اُستاد سے، ماموم امام سے افضل نہیں ہوا کرتا۔ لہذا مسیح، ملک صدق کی کہانت پر فائز ہو کر ملک صدق سے افضل نہیں ہو سکتے۔ یہ ملک صدق ایسی بزرگ ہستی ہے کہ جو ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہنے والی ہے

اور یہی وسیلہ بارگاہ الہٰی ہے۔ یہ ایسا محرم راز ہے کہ پردے کے اندر بھی پہونچتا ہے۔ اور مسیح کو جو کچھ شرف ملا وہ اسی بزرگ ہستی کے وسیلے سے اور اسی کے طریقہ کے معلّم ہو کر۔ پولوس نے یہ تشریح زبور ۴: ۱۱۰ کی کی ہے۔ پولوس آگے چل کر کہتے ہیں۔

اور یہ ملک صدق سالم کا بادشاہ (امیر المسلمین) خدائے تعالےٰ کا کاہن (امام کائنات عالم) ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔ جب ابراہیم بادشاہوں کو قتل کر کے واپس آتا تھا تو اسی نے اسکا استقبال کیا اور اس کے لئے برکت چاہی۔ اسی کو ابراہام نے سب چیزوں کی دہ یکی (عشیر) دی۔ یہ اوّل تو اپنے نام کے موافق راستبازی کا بادشاہ (ملک الصدق یا سید الصادقین) ہے پھر سالم کا یعنی صلح کا۔ (امیر المسلمین ہے) یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔ پس غور کرو کہ یہ کیسا بزرگ تھا جس کو قوم کے بزرگ ابراہام نے لوٹ کے عمدہ سے عمدہ مال کی دہ یکی دی۔ (عبرانیون ۴-۱: ۷)

بقول پولوس یہ ملک صدق، ابراہیمؑ سے زیادہ بلند مرتبت ہستی تھی،

جبھی تو ابراہیم نے اسے دہ یکی (عشیر) دی اور اس نے ابراہیم کو دعا دی۔ دعا ہمیشہ بڑے ہی چھوٹوں کو دیا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ بزرگ ہستی (ملک صدق) اس وقت تک عالم اجسام میں نہیں آئی تھی بلکہ زمانہ پولوس تک دنیا میں اس کا وجود نہ تھا اسی لئے کہا گیا کہ "نہ اس کی عمر کی ابتدا نہ اختتام کا پتہ۔ اور نہ اس کے والدین ہی کا نام معلوم تھا۔ زمانہ پولوس (بعد مسیح) تک صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ یہ بزرگ ہستی (ملک صدق) خدا (یعنی خدائے فیض وہدایت یا رسول موعود) کے بیٹے کی مانند ہے۔

بیٹے کی مانند یا تو شاگرد ہوتا ہے یا داماد۔ پس وہ بزرگ ہستی (ملک صدق) رسول موعود کی یا تو شاگرد تھی یا داماد، یا پھر شاگرد بھی اور داماد بھی۔

جناب عیسیٰؑ کے اس فرمان سے بھی یہی مطلب نکلتا ہے کہ وہ، رسول موعود کے پیشرو ہو کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

مجھے اور شہروں میں بھی خدا (رسول موعود) کی بادشاہی کی خوشخبری سنانا ہے کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔

(لوقا ۴۳:۴)

صحیفۂ ملاکی ۱:۳ کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی معلوم

ہوتا ہے کہ عہد کا رسول اپنی ہیکل میں اچانک آجائے گا یعنی ایسے طریقہ پر جس کی کسی کو توقع نہ ہو گی۔ ہیکل اسی کی ہو گی کسی دوسرے سے منسوب ہو گی۔ مثلاً بیت المقدس منسوب ہے روح القدس سے جس کے معمار حضرت داؤدؑ ہیں یا بیت ایل منسوب ہے اللہ سے جس کے بنانے والے حضرت ابراہیمؑ ہیں۔

عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ ملاکی نبی کے ان الفاظ:

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا۔ اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہو گا۔

میں پیشرو رسول سے یوحنا نبی مراد ہیں جو جناب عیسیٰ کے پیشرو ہیں اور ان سے قبل مبعوث ہوئے تھے اور خداوند سے مراد جناب عیسیٰ ہیں لیکن اس دلیل میں جو خامیاں ہیں ان پر ان کی نظر نہیں گئی۔

۱۔ اچھا فرض کر لیا کہ اس جگہ پیشرو سے مراد جناب یوحنا نبی ہیں اور خداوند سے جناب عیسیٰؑ لیکن پیشرو رسول کو خداوند سے افضل تو نہ ہونا چاہئے۔ اور یہاں مسیح نے یوحنا نبی سے بپتسمہ لے کر (بیعت کر کے) یوحنا کی افضلیت اپنے اوپر قائم کر لی (متی ۱۵-۱۳ : ۳)

۲۔ بموجب عبارت ملاکی مذکورہ بالا "خداوند ناگہان اپنی ہیکل میں

آموجود ہوگا،" لیکن جناب عیسیٰؑ ہیکل تو کُجا اپنے ذاتی مکان میں بھی پیدا نہیں ہوئے بلکہ شہر بیت لحم کی ایک سرائے کی چرنی (اصطبل) میں پیدا ہوئے (لوقا ۷-۱: ۲) پھر جناب عیسیٰؑ کی پیدائش ناگہانی طور پر کہاں ہوئی۔ ان کی پیدائش کے آخر وقت تک یوحنا نبی کی ماں، جناب عیسیٰؑ کی والدہ گرامی جناب مریم، اور بقول بائبل حضرت مریم کے منگیتر یوسف کو برابر جناب عیسیٰؑ کی پیدائش کی خبر اور بشارت دی جاتی رہی۔ (دیکھئے لوقا باب اول)۔

۳۔ اگر بالفرض محال جناب عیسیٰؑ ہی وہ خداوند ہیں جن کا ذکر اس پیشین گوئی میں ہے تو ان کے اس فرمان کا کیا ہوگا۔

پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمھارا خداوند کس دن آجائے گا۔ (متی ۴۲: ۲۴)

ونیز

اس نوکر کا مالک ایسے دن کہ وہ اس کی راہ نہ دیکھتا ہو اور ایسی گھڑی کہ وہ نہ جانتا ہو (یعنی اچانک، ناگہاں) آموجود ہوگا۔
متی ۲۴: ۵۰ [۵]

---

[۵] نیز اسی سلسلہ میں پڑھ لیجئے اُن دس کنواریوں کی مثال جو دولھا کو دیکھنے نکلی تھیں (متی ۱۳-۱: ۲۵)

اس جگہ جناب عیسیٰ نے بالکل ملاکی نبی والے مفہوم کو دہرایا ہے۔ آخر وہ قوم کو کس خداوند کی آمد کے لئے منتظر رہنے کی ہدایت کر رہے تھے؟ یوں بھی عیسائی حضرات، جناب عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تو کہتے ہیں مگر اُن کو خدا یا خداوند کبھی نہیں کہا۔

صحیح ہے کہ مرد دانا خاموشی کو یاوہ گوئی پر ترجیح دیتا ہے۔

۳

کتاب خروج میں ایک مقام پر آیا ہے۔

دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے آگے بھیجتا ہوں کہ راستے میں تیرا نگہبان ہو اور تجھے اس جگہ پہنچا دے جسے میں نے تیار کیا ہے۔ تم اس کے آگے ہوشیار رہنا اور اس کی بات ماننا، اُسے ناراض نہ کرنا کیونکہ وہ تمھاری خطا نہیں بخشے گا اس لئے کہ میرا نام اس میں رہتا ہے۔ (خروج ۲۱-۲۰ : ۲۳)

معلوم ہوا کہ یہ فرشتہ یا بزرگ ہستی جو رہبر و ہادی بنی اسرائیل و موسیٰ قرار پائی ہمنام خدا تھی۔ اس کی اطاعت بنی اسرائیل پر فرض کی گئی تھی اور اس کی مخالفت سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ عبرانی زبان میں خدا کو ایل یا ایلی کہتے ہیں لہٰذا اس فرشتے کا نام جو ہمنام خدا تھا ایلی ہوا۔ عبرانی ایلی اور عربی "علی" ہم معنی الفاظ ہیں پس وہ بزرگ

ہستی "علی" ہیں جن کو زبان بائبل میں کبھی فرشتہ کہا گیا، کبھی ہمنام خدا کبھی ملک صدق ۔ آپ ہی پر پیشین گوئی حضرت یعقوب صادق آئی ۔ پولوس کی تشریح کے بموجب آپ ہی رسول موعود کے مشابہ ہیں ۔

---

۱۶ حضرت موسیٰؑ نے جو نور کوہِ طور پر دیکھا تھا وہ خدائے مطلق کی ذات نہ تھی کیونکہ خدا کا قول ہے کہ "تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا" (خروج ۲۰ : ۳۳)۔ بلکہ وہ یہی فرشتہ ایلی یا علی تھا اور اسی نے موسیٰؑ سے کلام کیا تھا (خروج ۲ : ۳ اور اعمال ۳۰ : ۷)۔ اسی فرشتہ (علی) نے موسیٰؑ سے کہا تھا۔

"میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابراہام کا خدا، اور اسحٰقؑ کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں"

(خروج ۳ : ۶)

یعنی میں ہی مربیٔ عالم قرار دیا گیا ہوں ۔
اسی فرشتے (علی) کے ذریعہ جناب موسیٰؑ اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لانے میں کامیاب ہوئے (اعمال ۷ : ۳۵، ہوسیع ۱۲ : ۳، یسعیاہ ۱۰ : ۵۱) چنانچہ جناب موسیٰؑ نے بعد بربادیٔ لشکر فرعون ایک قصیدہ کہا ہے ۔

میں خداوند (رسول موعود) کی ثنا گاؤں گا ....

(داماد و شاگرد) ہیں۔ آپ ہی (بمعہ اپنی نسل طیبہ) عہد کے رسول کے وارث قرار پائے جیساکہ زبور میں حضرت داؤدؑ، رسولِ موعود

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

اے خداوند (رسول موعود) تیرا داہنا ہاتھ (قوتِ بازو، علی) قدرت کے سبب جلالی ہے۔ اے خداوند تیرا داہنا ہاتھ دشمن کو چکنا چور کر دیتا ہے ....

.... اے خداوند تیری مانند کون ہے؟ ....

تو نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا (یعنی اپنے قوت بازو علی کو حکم دیا) تو زمین ان کو (فرعون کے لشکریوں کو) نگل گئی۔ اپنی رحمت سے تو نے ان لوگوں کو جن کو تو نے خلاصی بخشی (یعنی بنی اسرائیل کی) رہنمائی کی ....

...... قومیں سُن کر تھرّا گئی ہیں .... تیرے بازو (بھائی علیؑ) کے عظمت کے سبب وہ پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہیں .... خداوند ابدالآباد سلطنت کرے گا۔ (اس کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی)۔

(خروج ۱۸-۱:۱۵)

کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

تیرے بیٹے (داماد و نواسے) تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار (امام یا نبی پیشوا) مقرر کرے گا۔

(زبور ۱۶ : ۴۵)

نیز اسی جہت سے بیت ایل سے جس کے معمار جناب ابراہیم ہیں "بیت علی" مراد لینا زیادہ قرین قیاس ہے ورنہ بیت ایل کو خدائے لامکان کا مکان تصور کرنا، اوسے مجسم بنا کر محدود کرنا ہے جو اس کی شان سے بعید ہے۔ خود بائبل کا بیان ہے۔

"باری تعالے ہاتھ کے بنائے ہوئے گھروں میں نہیں رہتا چنانچہ نبی کہتا ہے کہ خداوند فرماتا ہے، آسمان میرا تخت اور زمین میرے پاؤں تلے کی چوکی ہے۔ تم میرے لئے کیسا گھر بناؤ گے یا میری آرام گاہ کون سی ہے؟ کیا یہ سب چیزیں میرے ہاتھ سے نہیں بنیں"

(اعمال ۵۰-۴۸ : ۷)

باب ششم

حضرت داؤدؑ

جناب داؤد کی ذات میں چونکہ نبوت و حکومت دونوں مجتمع ہوگئی تھیں لہذا آپنے خدائے فیض و ہدایت یعنی رسول موعود اور شیلوہ یا ملک صدق کے متعلق اعلانات میں بڑا نمایاں حصہ لیا اور ان ذوات مقدسہ کے اس قدر مفصل حالات و صفات بیان فرمائے کہ تلاش کرنے والے پر ادنیٰ تدبر سے حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ زبور کو پڑھیے انھیں بیانات سے بھری پڑی ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں :۔

مبارک ہے وہ قوم جس کا خدا (رہبر یا رسول) خداوند

(رسول موعود ہے) اور وہ امت جس کو اس نے اپنی ہی میراث (خلافت وامامت) کے لئے برگزیدہ کیا۔ (زبور ۱۲:۳۳)

آگے چل کر آپ دعا کرتے ہیں۔

اے خداوند میرا انصاف کر...... اپنے نور (رسول موعود) اور اپنے سچائی (ملک صدق) کو بھیج وہی میری رہبری کریں۔ (زبور ۳-۱:۴۳)

ونیز یہ کہ :-

اے خدا (خدائے فیض وہدایت یعنی رسول موعود) ہم نے اپنے کانوں سے سُنا (وحی کے ذریعہ مطلع ہوئے ونیز) ہمارے باپ دادا نے ہم سے بیان کیا کہ تو نے ان کے دنوں میں قدیم زمانے میں کیا کیا کام کئے تو نے قوموں کو اپنے ہاتھ سے نکال دیا اور ان کو (ہمارے باپ دادا کو) بسایا...... کیونکہ نہ تو یہ اپنی تلوار سے اس ملک پر قابض ہوئے اور نہ ان کے بازو نے ان کو بچایا بلکہ تیرے داہنے ہاتھ (قوت بازو، علیؑ) نے اور تیرے بازو اور تیرے چہرے کے نور نے اُن کو فتح بخشی......

......اے خدا (رسول موعود) تو میرا بادشاہ ہے......

...... اے خداوند جاگ تو کیوں سوتا ہے۔ اٹھ ہمیشہ کے لئے ہم کو ترک نہ کر۔ (یعنی اے رسول موعود تو اب جلد ظہور فرما اور مجھے اپنی خدمت میں قبول فرما۔

(زبور ۴۴:۱-۲۴)

اے خدا (رسول موعود، احمدؐ) جیسا تیرا نام ہے ویسی ہی تیری ستائش زمین کی انتہا تک ہے (یعنی انتہائے خطۂ ارض تک تیری رسالت محیط قرار دی گئی ہے) تیرا داہنا ہاتھ صداقت سے معمور ہے۔ (تیرا قوتِ بازو، بھائی، علی واقعی ملک صدق ہے)۔

(زبور ۴۸÷۱۰)

اے خدا بادشاہ کو (شاہ کونین، رسول موعود کو) اپنے احکام (شریعت) اور شہزادے (علی) کو اپنی صداقت عطا فرما۔ (یعنی رسول موعود کو مبعوث برسالت اور اس کے شاگرد یا داماد کو صدیق قرار دے) ...... اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا (اس کی شریعت ابدی ہے)۔۔

اور لوگ اس کے وسیلے سے برکت پاویں گے اور
سب قومیں اسے خوش نصیب کہیں گی۔ (یعنی وہ تمام
اقوام عالم کے لئے نبی ہو گا۔

(زبور ۲۰-۱:۷۲)

اے خدا (رسول موعود) جب تو اپنے لوگوں (بنی اسرائیل)
کے آگے آگے چلا، جب تو بیابان میں سے گذرا تو زمین کانپ
اٹھی۔ خدا کے حضور آسمان گر پڑے (یعنی عالم قدس کے
رہنے والوں نے بھی سر نیاز خم کر دیا) بلکہ کوہ سینا بھی
خدا کے حضور اسرائیل کے خدا کے حضور کانپ اٹھا۔ (یعنی
اس نے شریعت موسوی کو آکر منسوخ کر دیا)۔

(زبور ۸:۶۸)

آپ نے رسول موعود (جناب احمد مجتبیٰ کی شان میں ایک
نعت لکھی ہے جسے عیسائی حضرات جناب عیسیٰ سے منسوب کرتے
ہیں (عبرانیوں ۸:۱) لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ اس قصیدے
یا نعت کے الفاظ کسی طرح جناب عیسیٰؑ پر چسپاں نہیں ہوتے بلکہ

جناب محمد مصطفیٰ ہی پر صادق آتے ہیں:۔

میرے دل میں ایک نفیس مضمون جوش مار رہا ہے میں وہی مضامین سناؤں گا جو میں نے بادشاہ (شاہ کونین محمدؐ) کے حق میں نظم بند کئے ہیں۔ میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے (یعنی میں وحی الٰہی کا اشارہ پاکر کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں)۔

(اے بادشاہ) تو بنی آدم میں سب سے زیادہ حسین ہے (محبوب رب العالمین ہے)۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے (تیری زبان پر نہ صرف یہ کہ کلام الٰہی یا قرآن جاری ہوا بلکہ تیرے منہ سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ کلام الٰہی ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ الخ)۔ اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا (تجھے ختم المرسلین قرار دیا اور تجھے ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت عطا کی یا تیری نسل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امامت و خلافت قائم کردی) اے زبردست (سید العالمین یا سید المرسلین) تو اپنی تلوار (علی صاحب ذوالفقار) کو جو تیری حشمت اور شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر (اپنا قوت بازو قرار دے یا اسے اپنا شریک کار

بنالے) اور سچائی اور حلم اور صداقت[1] کی خاطر اپنی شان و
شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو (یعنی حق کی تبلیغ کر)
اور تیرا داہنا ہاتھ (قوت بازو یا بھائی علیؑ) تجھے مہیب (حیرت
انگیز) کام کر دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں وہ دشمنوں کے
دل میں لگے ہیں (یعنی تیری معجز بیانی یا دلائل عقلیہ، کافروں تک
پر اثر انداز ہوتے ہیں)۔ اُمتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔
(تو تمام اقوام عالم پر رسول بنا کر بھیجا گیا ہے) اے خدا تیرا
تخت ابدالآباد ہے (تیری شریعت ابدی ہے۔ تخت سے نسل
بھی مراد لی جا سکتی ہے اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ تیری
نسل یا آئمہ معصومین رہتی دنیا تک موجود رہیں گے) تیری
سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (تیرے دین کی بنیاد
سچائی پر قائم ہے اور وہ اپنی صداقت کی بدولت فروغ
پائے گا تلوار کے زور سے نہیں۔ یا تیرا دین ملک صدق
علی کی بدولت قائم رہے گا)۔ تو نے صداقت سے محبت
رکھی اور بدکاری نفرت، اس لئے خدا تیرے خدا نے شادمانی

---

[1] صادق اور امین آں حضرتؐ کے القاب ہیں۔

کے تیل سے تجھ کو تیرے ہم سروں سے زیادہ مسح کیا ہے
(تو نے صداقت اور سچائی کو رائج کیا اور بدی اور کفر کو جڑ
سے اوکھاڑ پھینکا اس وجہ سے حق تعالےٰ نے خوش ہو کر تجھے
افضل الانبیاء قرار دیا)۔ تیرے ہر لباس سے مُر عود اور تج
کی خوشبو آتی ہے (تیری ہر ادا اور ہر بات پسندیدہ ہے
اور تو محبوب رب العالمین ہے)۔ ہاتھی دانت کے محلوں سے
تارہ دار سازوں نے تجھے خوش کیا ہے (عرش بریں سے
تجھ پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے۔ یا ملائے اعلیٰ کے رہنے
والے ہر دم تیری خدمت پر کمر بستہ رہتے ہیں)۔ تیری معزز
خواتین شاہزادیاں ہیں (حضرت صفیہ جو انبیاء و شاہانِ
بنی اسرائیل کے خاندان سے ہیں اُمّ المومنین قرار دی گئی
ہیں یا یہ کہ جناب شہر بانو دختر کسریٰ اور اُمّ الفضل بنت
مامون عباسی اور نرجس خاتون شہزادیِ روم ایسی بادشاہ زادیاں
تیرے خاندان میں منسلک ہونے میں فخر محسوس کرتی ہیں)۔

ملکہ (خدیجۃ الکبریٰ) تیرے داہنے ہاتھ اوفیر کے
سونے سے آراستہ کھڑی ہے (یعنی اپنی تمام دولت تجھ پر
نثار کرنے کی منتظر ہے)۔

اے بیٹی (اے میری قوم بنی اسرائیل) سُن اور غور کر
اور کان لگا۔ اپنی قوم اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا (یعنی
وہ شاہِ رسل تیری قوم میں نہیں بلکہ بنی اسماعیل میں پیدا
ہوگا۔ تو یہ امید چھوڑ دے کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا۔
تو اس شاہِ رسل پر ایمان لانا)۔ اور بادشاہ تیرے حُسن کا
مشتاق ہوگا (وہ تیری نیکیوں پر نظر رکھے گا اور تجھے بالکل
نظرانداز نہیں کرے گا یا یہ کہ تیری شریعت میں جو اچھے
احکام ہیں اُس کی شریعت میں بھی قائم رہیں گے) کیونکہ وہ
تیرا خداوند ہے تو اُسے سجدہ کر (وہ بنی اسرائیل کا بھی نبی
ہوگا تو اُس پر ایمان لانا۔ اور اُس کے حکم پر سرِ تسلیم
خم کر دینا)۔

اور صور کی بیٹی (اہلِ شام) ہدیہ لے کر حاضر ہوگی۔
قوم کے دولت مند تیری رضا جوئی کریں گے (زکواۃ و
خمس ادا کر کے قربِ خداوندی حاصل کریں گے۔

بادشاہ کی بیٹی (فاطمہ زہرا) محل میں سرتاپا
حسن افروز ہے (نیکیوں کا مجسمہ ہے) اُس کا لباس زربفت
(عصمت) کا ہے (یعنی وہ معصومہ ہے)۔ وہ بیل بوٹے دار

لباس میں بادشاہ کے حضور میں پہنچائی جائے گی۔ اس کی کنواری سہیلیاں[۱۸] جو اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں تیرے سامنے حاضر کی جائیں گی (یعنی وہ تمام عالم کی عورتوں کے لئے قابلِ تقلید ہوگی اور اس کی پیرو عورتیں مومنہ کامل ہونگی)۔ وہ ان کو خوشی اور خرمی سے لے آئیں گے وہ بادشاہ کے محل (جنت) میں داخل ہوں گی۔

(اے بادشاہ) تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے۔ (یعنی ابنائے فاطمہ حسن وحسین ودیگر آئمہ[۱۹] اس عہدہ جلیلہ (امامت) کے وارث ہوں گے۔ جو حضرت ابراہیم اور اُن کی ذریت کا حق قرار دیا گیا تھا۔ یعنی یہی حقیقی امام و خلیفہ ہوں گے)۔

---

۱۸ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا فخر مریم ہیں۔
۱۹ حضرت علی بھی جناب رسالتمآب کے داماد و شاگرد ہونے کی وجہ سے بیٹوں ہی کی تعریف میں آتے ہیں ۔ چنانچہ اسی بنا پر بائبل میں علی کو رسول موعود کا مشابہ بہ پسر کہا گیا ہے۔

جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔
(یعنی تو اون کو امام و رہبر عالم قرار دے گا)۔
میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم
رکھوں گا۔ اس لئے ابدالآباد تیری شکرگزاری
کریں گی۔

زبور ۱۷-۱ : ۴۵

باب ہفتم

حضرت دانیالؑ

جب بخت نصر بادشاہ نے بُت پرستی کو حکماً رواج دیا اور حکم عدولی کی بناء پر تین بندگانِ خدا کو آگ میں ڈلوا دیا، تو آگ ان مومنین کے لئے گلزار بن گئی۔ یہ خبر سُن کر بادشاہ مذکور نے خود موقع پر آکر صورتِ حال کا مشاہدہ کیا اور متعجب ہو کر بولا:۔

کیا ہم نے تین شخصوں کو بندھوا کر آگ میں نہیں ڈلوا دیا۔ اُنھوں نے (درباریوں نے) جواب دیا کہ بادشاہ نے سچ فرمایا۔ اُس نے کہا دیکھو میں چار شخص (حالانکہ آگ میں صرف تین اشخاص ہی ڈلوائے گئے تھے) آگ میں کُھلے پھرتے دیکھتا ہوں اور اُن کو کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اور (تین کے

علاوہ) چوتھے کی صورت الٰہ زادے کیسی ہے۔

(دانیال ۹۲-۹۱ : ۳)

الٰہ زادہ ؟ وہی خدائے فیض وہدایت یا رسول موعود کا داماد یا شاگرد ایلی یا علی، جو مربیٔ بنی اسرائیل تھا جس نے ابراہیم کو خضر الاعمار شاہ عراق پر فتحیاب کیا اور اُس نے دہ یکی (عشیر) لی جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا۔ یہاں بھی اسی علی نے آگ کو گلزار کر دیا اور تینوں بندگانِ خدا کو بچا کر بت پرستوں پر دینِ حق کی حجت قائم کر دی۔

آپ متعجب ہوں گے کہ بادشاہ مذکور نے یا کسی نے اس وقت تک نہ تو علیؑ ہی کو دیکھا تھا اور نہ رسولؐ موعود کو۔ پھر آخر اُس نے کیسے پہچان لیا کہ یہ الٰہ زادہ یعنی رسولؐ موعود کا داماد یا شاگرد علیؑ ہے؟ آیئے ہم بتائیں کہ حقیقت حال کیا تھی۔

خداوند تعالےٰ نے جناب موسیٰؑ کو مسکن مقدس بنانے کے متعلق جو ہدایت دی تھیں اُس میں یہ عبارت بھی ہے۔

"اور سونے کے دوؔ کروبی سرپوش کے دونوں سروں پر گڑھ کر بنانا .... وہاں میں تجھ سے ملا کروں گا، کروبیوں کے بیچ میں ...... تجھ سے بات چیت کیا کروں گا۔

(خروج ۲۲-۱۶ : ۲۶)

جس سے پتہ چلا کہ عبادت گاہِ موسیٰ میں دو تصویریں بھی تھیں۔ یہ دونوں تصویریں بہ حکم خدا اس نمونہ پر بنائی گئی تھیں جسے خدا نے موسیٰ کو پہلے سے دکھا دیا تھا۔ (دیکھئے خروج ۹ : ۲۵، ۴۰ : ۲۵، ۳۰ : ۲۶ اور ۸ : ۲۷) اور موسیٰ کو بتا دیا گیا تھا کہ

وہاں میں تجھ سے ملا کروں گا۔ کروبیوں کے بیچ میں تجھ سے بات چیت کیا کروں گا۔ ......

گویا ان دو مقدس ہستیوں یا فرشتوں کے توسل ہی سے خدا ملتا ہے۔

ان میں سے ایک فرشتہ یا بزرگ ہستی تو وہی تھا جس کی رہبری میں موسیٰ معہ اپنی قوم کے مصر سے نکلے تھے اور جس کا نام ایلی یا علی بتایا جا چکا تھا۔ اور اس (علیؑ) کو جناب موسیٰ کئی مرتبہ دیکھ بھی چکے تھے۔ دوسری مقدس ہستی کو بھی خداوند عالم حسب بیان سابق جناب موسیٰ کو دکھلا چکا تھا۔ تمام بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی معرفت اس حقیقت سے بھی واقف تھے۔ اس کے علاوہ بنی اسرائیل کو ان دونوں ہستیوں کا (جن کی تصویریں عبادت گاہ میں موجود تھیں) آپس میں رشتہ بھی معلوم تھا کہ ایلی، خدائے فیض و ہدایت یعنی رسول موعود کا داماد و شاگرد (مشابہ بہ پسر) ہے۔

یہی وجہ تھی کہ بادشاہ مذکور نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو وہی الہٰ زادہ معلوم ہوتا ہے جس کی تصویر عبادت گاہ موسیٰ میں رکھی ہوئی تھی۔

پھر بحساب ابجد، محمدؐ کے حروف کی تعداد ۹۲ اور علی کے حروف کی تعداد ۱۱۰ ہوتی ہے۔ ان دونوں کا مجموعہ ۲۰۲ ہوتا ہے جو رَبّ کے اعداد کے برابر ہے۔ اس طرح یہی ثابت ہوتا ہے کہ محمد و علی ہی وہ دو بزرگ ہستیاں تھیں جن کے توسل سے وحیِ الٰہی موسیٰؑ پر نازل ہوا کرتی تھی۔

باب ہشتم

حضرت حبقوقؑ

صحیفۂ حبقوق میں رسول موعود (حضرت محمد مصطفیٰؐ) اور ایلی (علیؑ)، کے مقام ظہور کا پتہ ان الفاظ میں دیا گیا۔

خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے۔

حبقوق ۳ : ۳

ونیز یہ کہ :۔

خداوند اپنے مقدس ہیکل میں ہے۔ ساری زمین اس کے حضور خاموش ہے۔ (حبقوق ۲۰ : ۲)

جیساکہ بتایا جا چکا ہے خدا، ایلی اور علیؑ ہم معنی الفاظ ہیں اسی طرح تیمان، ہیکل یا مکان مقدس بھی ایک ہی ہیں۔ پس حبقوق ۳ : ۳

کی عبارت مندرجہ بالا سے قدرت کو یہ بتانا مقصود تھا کہ علیؑ کعبہ

سے اور رسول موعود کوہ فاران سے (جس کا ایک درہ یا غار غارِ

حرا سے موسوم ہے) جلوہ گر ہوں گے۔

یہاں ایک شبہ اور رفع کرتے چلیں کہ ایسے موقعوں پر بائبل

میں خدایا خداوند، نبیوں، فرشتوں یا دیگر مقربین بارگاہ الٰہی کے

لئے استعمال ہوا ہے۔ ورنہ خدائے لایزال کے متعلق تو بائبل میں

صاف تحریر ہے کہ۔

اگرچہ انہوں نے خدا کو جان تو لیا مگر اس کی خدائی کے لائق

اس کی تمجید اور شکرگزاری نہ کی بلکہ باطل خیالات میں پڑ گئے

اور ان کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ

کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے اور غیر فانی خدا کے جلال

کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں

کی صورت میں بدل ڈالا۔ (رومیوں ۲۳-۲۱:۱)

نیز دیکھو یسیاہ ۸ : ۴۶

ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے۔

تو نے یہ کام کئے اور میں خاموش رہا۔ تو نے گمان کیا کہ میں

بالکل تجھ ہی سا (بشر) ہوں۔ (زبور ۲۱ : ۵۰)

اور حقیقت بھی یہی ہے۔ یہ اُس کی شان سے بعید ہے کہ وہ اپنی ہی مخلوق کی شکل میں نمودار ہو یا انسان کی طرح بیٹے، بیٹیاں پیدا کرے۔

چنانچہ جناب عیسیٰؑ نے اپنی ایک تقریر میں لوگوں کو اس غلطی پر تنبیہہ کی کہ وہ ہر موقع اور محل پر خدا کے لفظ سے خدائے وحدہٗ لاشریک ہی کو مُراد نہ لے لیا کریں۔ کیونکہ یہ لفظ عرف عام میں انبیاء کے لیئے بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

جبکہ اُس نے اُنھیں خدا کہا جن کے پاس کلام خدا آیا (یعنی تم تو نبیوں اور رسولوں کو خدا کہتے رہے ہو) آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اس لیئے کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ (یوحنا ۳۵ : ۱۰)

پس معلوم ہوا کہ نبی و رسول کو اس زمانے میں خدا یا خداوند کہا جاتا تھا۔ اسی طرح ایک اور موقع پر جناب عیسیٰؑ نے ارشاد فرمایا۔

اُس دن (بروز قیامت) بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے

نبوت نہیں کی۔ (متی ۲۲: ۷)

اس جگہ جناب عیسیٰؑ کے لئے خداوند کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایسے ہی زبور ۸ : ۸۶ میں اس فرشتے کے لئے خدا کا لفظ آیا ہے جس نے مصر سے نکلتے وقت رہبری جناب موسیٰؑ کی تھی اور خروج ۱:۷ میں جناب موسیٰؑ کو فرعون کا خدا کہا گیا ہے۔

بابِ نہم

حضرت یسعیاہ

یہی علیؑ وہ بزرگ ہستی ہے جس نے بقولِ یسعیاہ نبی زمانۂ ماسلف میں انبیاء کی مشکل کشائی کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

جاگ جاگ اے خداوند کے بازو (یعنی اے خدائے فیض وہدایت، رسول موعود کے بھائی یا یداللہ ظہور فرما) توانائی سے ملبس ہو۔ جاگ جیسا کہ قدیم زمانے میں اور گذشتہ پشتوں میں۔ کیا تو وہی نہیں ہے جس نے رہب کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور اژدہے کو چھیدا۔ کیا تو وہی نہیں جس نے سمندر (یعنی بحرِ عمیق کے پانی کو سکھا ڈالا، جس نے بحر کی تہہ کو راستہ بنا ڈالا تاکہ جن کا فدیہ دیا گیا (یعنی بنی اسرائیل) اسے عبور کریں۔ یسعیاہ ۱۰-۹ : ۵۱

خدا کے بازو کو ید اللہ، یا پھر رسول موعود کا قوت بازو یا بھائی، رہب کے کاٹنے والے کو، ہرناکش (ہندو قوم میں پھاڑنے والا سنگھ اوتار یعنی اسد اللہ) اور اژدہے کو گھائل کرنے والے کو حیدر ہی کہیں گے)۔ یہی وہ ہیں جن کے لئے یسعیاہ نبی نے فرمایا کہ تونے ہی تو موسیٰ کے لئے بحرِ قلزم میں راستہ بنا دیا تھا کہ بنی اسرائیل پار اُتر جائیں۔

ایک دوسرے مقام پر یسعیاہ نبی پر وحی نازل ہوئی:۔

اے صیون کو خوشخبری سنانے والے اونچے پہاڑ پر چڑھ جا اور اے یروشلم کو بشارت دینے والی آواز زور سے اپنی آواز کو بلند کر، خوب پکار اور مت ڈر۔ یہوداہ کی بستوں سے کہہ کہ "دیکھو اپنا خداوند" دیکھو خداوند، خدا (رسول موعود) بڑی قدرت کے ساتھ آئے گا اور اس کا بازو (بھائی علی) اس کے لئے سلطنت کرے گا۔

(یسعیاہ ۱۰-۹ : ۴۰)

دوبارہ پھر وحی ہوئی کہ

اے گنہ گارو! اس کو یاد رکھو اور مرد بنو۔ اس پر پھر سوچو پہلی باتوں کو جو قدیم سے ہیں یاد کرو کہ میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔ جو ابتدا ہی سے انجام کی خبر دیتا ہوں اور ایام قدیم سے وہ باتیں بتاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میری

میری مصلحت قائم رہے گی اور میں اپنی مرضی بالکل پوری کروں گا اور مشرق سے عقاب کو یعنی اس شخص کو جو میرے ارادہ کو پورا کرے گا دور کے ملک سے بلاتا ہوں میں نے ہی یہ کہا اور میں ہی اس کو وقوع میں لاؤں گا۔ میں نے اس کا ارادہ کیا اور میں ہی اسے پورا کروں گا۔

(یسعیاہ ۱۱-۸ : ۴۶)

ن۲۰ کتاب یرمیاہ ۲۸ : ۴۹ میں بنی قیدار کو (جو حضرت اسماعیل کے لڑکے قیدار کی نسل سے ہیں) اہل مشرق کہا گیا ہے اور عرب آج بھی سارا سین (SARACENE) یعنی الشرقیہ یا اہل مشرق کہلاتے ہیں۔ عرب کے لئے مشرق کی اصطلاح غالباً اُس وقت رائج ہوئی جب بنی اسرائیل مصر میں سکونت پذیر تھے۔ عرب چونکہ مصر کے مشرق میں واقع ہوا ہے لہذا بنی اسرائیل اہل عرب (بنی اسماعیل) کو اہل مشرق کہنے لگے۔ اور وحی الٰہی میں بھی اسی مناسبت سے عربوں کو اہل مشرق ہی کہہ کر خطاب کیا جاتا رہا۔ ویسے اگر بیت المقدس کے لحاظ سے عرب کا جائے وقوع دیکھا جائے تو بجانب جنوب ہے چنانچہ اس رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض مترجمین نے تیمان (بمعنی ہیکل یا حرم مقدس) کا ترجمہ جنوب بھی کر دیا ہے۔

عقاب سے اس جگہ کیا مُراد ہے ؟ اور ان آیات کی تفسیر کیا
ہے ؟ یہ یوحنا حواری مسیح کی زبانی سُنئے جو اُنھوں نے اپنے مکاشفہ
میں درج کیا ہے۔ ابھی صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ ہستی جس کو عقاب
سے تشبیہہ دی گئی ہے حضرت عیسیٰؑ کے انتقال ہو جانے کے بعد
تک پیدا نہیں ہوئی تھی جیسا کہ مکاشفہ یوحنا کی مندرجہ ذیل عبارت
سے ظاہر ہوگا۔ پس عقاب سے کم از کم جناب عیسیٰؑ یا ان کے قبل جو
انبیا و مرسلین گذرے ہرگز مُراد نہیں ہیں۔

باب ۴ " ان باتوں کے بعد جو میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں
کہ آسمان میں ایک دروازہ کھُلا ہوا ہے اور جس کو میں نے
پیشتر نرسنگھے کی سی آواز سے اپنے ساتھ باتیں کرتے سنا تھا
وہی فرماتا ہے کہ یہاں اوپر آجا میں تجھے وہ باتیں دکھاؤں گا
جن کا ان باتوں کے بعد ہونا ضروری ہے۔ فوراً میں روح
میں آگیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک تخت رکھا ہے
اور اُس تخت پر کوئی بیٹھا ہے اور جو اس پر بیٹھا ہے وہ سنگ
یشب اور عقیق سا معلوم ہوتا ہے (غالباً لوح و کرسی کی طرف
اشارہ ہے کیونکہ خدا کا دیدار ناممکن ہے دیکھو خروج ۲۰: ۳۳)
اور اس تخت کے گرد زمرد کی سی دھنک (نورانی ہالہ) معلوم

ہوتی ہے....... اور اس تخت کے سامنے گویا شیشہ کا سمندر بلّور کے مانند ہے (یعنی ہر طرف نور ہی نور ہے) اور تخت کے بیچ میں اور تخت کے گرداگرد چار جاندار (چار انبیاء مرسلین) ہیں جن کے آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں (یعنی جو مجسم نور ہیں)۔

پہلا جاندار ببر کی مانند ہے (چونکہ جناب موسیٰؑ کی شریعت کی بنیاد قصاص پر تھی اور احکام نہایت سخت تھے نیز جہاد بھی جائز تھا جس کی وجہ سے احکام الٰہیہ کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر طاری تھی لہٰذا ان کو ببر کی مانند کہا گیا)۔

دوسرا جاندار بچھڑے کے مانند (بچھڑے کے دو سینگ ہوتے ہیں جن سے وہ باوجود اپنی سلامت روی کے وقت پڑنے پر دفاع کا بھی کام لیتا ہے اور دفع ظلم کرتا ہے چونکہ شریعت داؤدی میں نبوت و حکومت دونوں پر مشتمل تھی لہٰذا حضرت داؤدؑ کو بچھڑے سے مثال دی گئی)۔

اور تیسرے جاندار کا چہرہ انسان کا سا ہے (شریعت ثالثہ یعنی جو جناب عیسیٰؑ کے ذریعہ آئی، انس، محبت، بردباری

اور اخوت باہمی کو قانون قصاص پر ترجیح دی گئی اور پرانی
شریعتوں کی سختیوں کو برطرف کرکے قانون کو نسبتاً اعتدال پر
لایا گیا اس وجہ سے انہیں انسان کہا گیا)۔

اور چوتھا اڑتے ہوئے عقاب[۲۱] کی مانند (شریعت رابعہ
جس سے دنیا محمد مصطفیٰ کی معرفت روشناس ہوئی چونکہ تمام عالم
پر محیط تھی لہذا جناب رسولخدا کو اڑتے ہوئے عقاب سے تشبیہ
دی گئی۔ تین سابقہ انبیاء کو زمین پر رہنے اور بسنے والے جانداروں
سے تشبیہ دی گئی کیونکہ ان کی لائی ہوئی شریعتیں محدود تھیں
اور چوتھا نبی چونکہ افضل الانبیاء تھا اور اس کی لائی ہوئی شریعت

---

۲۱ میرے اس بیان کی تائید کہ عقاب سے مراد رسول اسلام ہی ہیں۔ اس
واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ علم رسول، عقاب کہلاتا تھا جیسا کہ
PROFESSOR PHILIP K. HITTI اپنی کتاب موسومہ THE ARABS
میں لکھتے ہیں :-

"THE PROPHETS' BANNER IS SAID TO HAVE BEEN
THE EAGLE"

دیکھئے صہ۴۳ کتاب مذکور۔

ان ہر سہ شریعتوں کی ناسخ تھی لہذا اسے فضائے آسمانی میں اُڑتے ہوئے پرندے سے تشبیہہ دی گئی۔ ایک وجہ یہ بھی تشبیہہ کی ہو سکتی ہے کہ عقاب اپنی تیز نظر، دوربینی اور تیز رفتاری اور طویل عمری میں دیگر جانداروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسی طرح شریعت اسلام میں ہر باریک مسئلہ کا حل موجود ہے اس کی تعلیمات زود اثر و دلکش اور ٹھوس ہیں اور یہ شریعت، سابقہ تمام شریعتوں کی بہ نسبت زیادہ عرصہ تک قائم رہنے والی ہے۔ واللہ اعلم)۔

ان چاروں جانداروں کے چھ چھ پر ہیں (یعنی یہی وہ انبیاء مرسلین ہیں کہ جن کی تعلیمات یا شریعتوں کا تذکرہ یا وجود شش جہت یعنی اقصائے عالم میں باقی رہ گیا۔ بقیہ انبیاء میں سے صرف چند کے نام اور کچھ تھوڑے سے حالات تاریخ عالم میں محفوظ رہ گئے ہیں)۔ اور چاروں طرف اور اندر آنکھیں ہی آنکھیں ہیں (وہ نور مجسم ہیں) اور رات دن بغیر آرام لئے یہ کہتے رہتے ہیں کہ قدوس قدوس قدوس۔ خداوند قادر مطلق جو تھا اور جو ہے اور جو آنے والا ہے۔ (یعنی یہ ہمہ وقت تسبیہہ و تہلیل پروردگار عالم میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے عبادت الٰہی سے غافل نہیں رہتے

....

اور یہی عصمت ہے)...

۵۔ب اور جو تخت پر بیٹھا تھا میں نے اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی (یعنی قرآن لوح محفوظ پر لکھا دیکھا) جو اندر اور باہر سے لکھی ہوئی تھی (یعنی جس میں ظاہری و باطنی دونوں خوبیاں تھیں) اور اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا (یعنی قرآن کو سات آیات والی سورۂ فاتحہ سے مزین کیا گیا تھا)۔

پھر میں نے ایک زور آور فرشتہ کو بلند آواز سے یہ منادی کرتے دیکھا کہ کون اس کتاب کو کھولنے اور اس کی مہریں توڑنے کے لائق ہے؟ (یعنی کون اس کا اہل ہے کہ اس کتاب قرآن کی صحیح اور مکمل تفسیر و رموز دنیا پہ ظاہر کرے) اور کوئی شخص آسمان پر یا زمین پر یا زمین کے نیچے اس کتاب کو کھولنے یا اس پر نظر کرنے کے قابل نہ نکلا اور میں اس بات پر زار زار رونے لگا کہ کوئی اس کتاب کو کھولنے یا اس پر نظر کرنے کے لائق نہ نکلا (اور یہ حقائق یونہی سربستہ رہیں گے) تب ان بزرگوں میں سے ایک نے (غالباً وہی جن پر قرآن نازل ہوا یعنی سرتاج انبیا محمدؐ نے) مجھ سے کہا مت رو، دیکھ یہوداہ کے قبیلہ کا وہ ببر جو داؤدؑ کی

اصل ہے (یعنی نامور قبیلہ بنی ہاشم کا وہ فرد جو فخر داؤد اور شاہ کونین جناب محمد کی نسل سے ہے[۲۲]) اس کتاب اور اس کی ساتوں مہروں کو کھولنے کے لئے غالب آیا۔

اور میں نے اس تخت اور چاروں جانداروں اور ان بزرگوں کے بیچ میں گویا ذبح کیا ہوا ایک برہ کھڑا دیکھا (یعنی پھر مجھے ایسا معلوم

---

[۲۲] یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم نے حقیقت حال کو چھپانے کی غرض سے تفسیر بالرائے کی ہے۔ عرف عام میں تشبیہ ادنےٰ کی اعلیٰ سے اور ایسے ہی اعلیٰ کی ادنےٰ سے درست ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس سے خاص وہی شخص یا چیز مراد لی جائے۔ مثلاً عدل میں نوشیرواں، سخاوت میں حاتم، بہادری میں رستم، فصاحت و بلاغت میں سحبان وائل وغیرہ کی مثالیں اکثر و بیشتر نظر سے گذرتی رہتی ہیں۔ یہاں بھی یہودا کے نامور قبیلہ اور داؤد" کا نام بطور تشبیہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک یہی قبیلہ بہترین قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ اور حضرت داؤد (جو اسی قبیلہ سے تھے) کی ذات مُبارک میں نبوت و حکومت دونوں مجتمع ہو گئی تھیں۔ اس سے واقعی قبیلۂ یہود یا ذاتِ جناب داؤد مُراد لینا سخت غلطی ہو گی۔

ہوا کہ اس صفِ انبیاء میں حسینؑ، شہیدِ اعظم کھڑے ہیں......[۲۳]

۲۳ؔ بره سے ہم نے شہیدِ اعظم جناب امام حسین کو مراد لیا ہے جبکہ عیسائی حضرت بره سے جناب عیسیٰؑ کو مراد لیتے ہیں۔

بره کا لفظ بائبل میں تمثیلاً آیا ہے چونکہ گوسفند قربانی کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے لہٰذا بره سے شہید یا ذبیح ہی مراد ہے۔ پھر اس مقام پر بره کے ساتھ الفاظ "ذبح کیا ہوا میا۔ مذبوح"، استعمال ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ذبح کئے ہوئے اور مصلوب میں بڑا فرق ہے۔ بائبل میں مختلف مقامات پر اس شہیدِ اعظم کے متعلق بھی پیشین گوئیاں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جو جناب عیسیٰ پر پوری نہیں اُترتیں بلکہ ذبیحِ کربلا سید الشہداء جناب امام حسینؑ ہی پر وہ تمام پیشین گوئیاں صادق آتی ہیں۔

تاریخ شہادت

خدا نے حضرت موسیٰؑ کی معرفت رسولِ موعود کی پیشین گوئی کے ساتھ بنی اسرائیل کو ایک اور اہم شخصیت یعنی شہیدِ اعظم سے بھی روشناس کرا دیا تھا۔ گو بائبل میں مخصوص نام کے ساتھ اس ہستی کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن جب ہم بائبل میں عاشورہ کو منانے کے متعلق مندرجہ ذیل احکام دیکھتے ہیں نیز دیگر عبارتیں اس واقعہ سے متعلق بائبل میں ملتی ہیں تو ہم کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ یہ جملہ

اُس نے آکر تخت پر بیٹھے ہوئے کے داہنے ہاتھ سے

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

عبارتیں اسی واقعۂ کربلا کے متعلق ہیں۔ مثلاً عاشور کی یادگار منانے کے لئے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت دی گئی تھی:۔

(۱) اور تمھارے لئے یہ ایک دائمی قانون ہو کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ (عاشورۂ تشرین) کو تم اپنی اپنی جانوں کو دکھ دینا اور اُس دن کوئی خواہ وہ دیسی یا پردیسی جو تمھارے بیچ بود و باش رکھتا ہو کسی طرح کا کام نہ کرے کیونکہ اس روز تمھارے واسطے تم کو پاک کرنے کے لئے کفارہ (قربانی) دیا جائیگا.... ......تم اس دن اپنی اپنی جانوں کو دکھ دینا یہ دائمی قانون ہے۔

(احبار ۳۱-۲۹ : ۱۶)

ایک دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں:۔

(۲) اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ (عاشورۂ تشرین) کو کفارہ کا دن ہے (یعنی اُس دن قربانی دی جائے گی) اُس روز تمھارا مقدس مجمع ہو اور تم اپنی جانوں کو دکھ دینا اور خداوند کے حضور آتشین قربانی

اس کتاب کو لے لیا (یعنی حسینؑ نے بڑھ کر اس

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

گذرانتا۔ تم اس دن کسی طرح کا کام نہ کرنا۔ کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے جس میں خداوند تمہارے خدا کے حضور کفارہ دیا جائے گا۔

جو شخص اس دن اپنی جان کو دکھ نہ دے وہ اپنی لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔ (یعنی وہ اس امت کا فرد نہ رہیگا۔ اور اسے مرتد سمجھا جائے)۔ اور جو شخص اس دن کسی طرح کا کام کرے اسے میں اس کے لوگوں میں سے فنا کر دوں گا۔ تم کسی طرح کا کام مت کرنا۔ تمہاری سکونت گاہوں میں پشت در پشت سدا یہی آئین رہے گا۔ یہ تمہارے لئے خاص سبت کا دن ہو۔ اس میں تم اپنی اپنی جانوں کو دکھ دینا۔ تم اس مہینہ کی نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک اپنا سبت ماننا۔

(احبار ۲۶ : ۲۳)

اس میں دو باتیں بتائی گئیں اول یہ کہ ایک کفارہ (قربانی) لوگوں کے پاک کرنے کے لئے دیا جائے گا یعنی لوگ اس شہادت عظمیٰ کے

کتاب یعنی قرآن کے رموز کو ظاہر کرنے کا بیڑا اُٹھایا)

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ذریعہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں گے اور راہ راست پر آجائیں گے۔ دوسرے یہ کہ یہ کفارہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو دیا جائے گا۔

یہودیوں کے بارہ مہینوں کی موجودہ ترتیب یہ ہے:۔

1. TISRI; 2. HESVAN; 3. KISLEV; 4. TEBET;

5. SEBAT; 6. ADAR; (7. VEDAR یہ لوند کا مہینہ ہے)؛

7. NISAN; 8. YIAR; 9. SIVAN; 10. TAMUZ;

11. AB; 12. ELUL:

"انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہِ نیساں، 'NISAN' سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ فصل خریف میں ماہ تِسرین "TISRI" سے شروع کرنا اختیار کیا پھر موسیٰ کے حکم سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے۔ یہ تبدیلی ۳۵۶ھ میں ہوئی تھی"۔ (رحمۃ اللعالمین از قاضی محمد سلیمان ص ۳۵۳-۳۵۴)۔ گویا بموجب حکم موسیٰ، مہینوں کا سلسلہ حسب ذیل قائم ہوا۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

1. NISAN; 2. YIAR. 3. SIVAN;

4. TAMUZ; 5. AB; 6. ELUL; 7. TISRI

سیرۃ النبی جلد ۵ صہ ۲۸۶ پر ہے:

"یہودیوں میں بھی روزہ فرض الٰہی ہے ..... چنانچہ عام طور سے یہود حضرت موسیٰؑ کی پیروی میں چالیس دن کا روزہ رکھنا اچھا سمجھتے تھے۔ لیکن چالیسویں دن کا روزہ ان پر فرض ہے جو ان کے ساتویں مہینہ (تسرین) کی دسویں تاریخ کو پڑتا ہے اور اسی لئے اس کو عاشوراء (دسواں) کہتے ہیں۔"

اسی عاشور کو مسلمان بھی عام طور سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشور کا روزہ متروک ہوا، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:۔

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں قریش عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ بھی رکھتے تھے۔ جب مدینہ میں تشریف لائے تب خود بھی عاشورہ کا

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے دن کا روزہ ترک کر دیا گیا۔ اب جو چاہے رکھے، نہ چاہے نہ رکھے"۔

(بخاری شریف ۱:۲۲۰۱)

پس معلوم ہوا کہ یہ قربانی عبرانی حساب سے ساتویں مہینہ (ماہ تِشرین) کی دسویں تاریخ یا عربی حساب سے عاشورۂ محرم کو ہونے والی تھی۔

مقام شہادت

ایک دوسرے مقام پر اس کفارہ (یا قربانی) کا محل وقوع بتایا گیا۔

"......کیونکہ خداوند رب الافواج کے لئے شمالی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ایک ذبیحہ مقرر ہے۔

(یرمیاہ ۱۰:۴۶)

گر پڑے اور ہر ایک کے ہاتھ میں بربط اور عود

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

پس یہ کفارہ، قربانی یا ذبیحہ فرات کے کنارے ساتویں مہینہ (ماہ تِشرین) کی دسویں تاریخ کو ہونا چاہئے۔ نیز یہ کچھ ایسا المناک اور دردانگیز واقعہ تھا کہ اس کی یادگار منانے کے لئے ایک مخصوص طریقہ مقرر کیا گیا۔ اور آئندہ نسلوں کو بھی یہ سوگ اسی طرح برابر منائے رہنے کے لئے تاکید کی گئی۔

واضح رہے کہ عبرانی ماہ و سال بھی قمری حساب سے شمار ہوتے ہیں۔ اور شہادت امام حسینؑ دریائے فرات کے کنارے عبرانی سال کے ساتویں مہینے یعنی ماہ تشرین کی دسویں تاریخ ہی کو واقع ہوئی ہے۔

کیا مسلمانوں کے علاوہ دنیا کی کوئی اور قوم بھی اس تاریخ میں کسی ایسے شہید کی یادگار یا سوگ مندرجہ بالا طریقہ پر مناتی ہے جو دریائے فرات کے کنارے عاشورہ ماہ تِشرین (محرم) کو ذبح کیا گیا۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ موسیٰ نے تو فرمایا تھا۔

تمھاری سکونت گاہوں میں پشت در پشت سدا یہی آئین رہے گا۔

پھر آخر اس کے نہ منائے جانے کی کوئی وجہ؟ اس کے علاوہ جناب عیسٰی کا بھی قول ہے۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ نہ پورا ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے چھوٹے حکموں میں سے کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ (متی ۵:۱۸-۱۹)

لہٰذا ایسی صورت میں عیسائیوں کے لئے بھی کوئی جائے مفر باقی نہیں ہے۔

سالِ شہادت

آگے چل کر بائبل میں ایک پیشین گوئی اور ہے جو بظاہر واقعہ شہادت سے متعلق نہیں معلوم ہوتی لیکن نتیجہ میں سوائے اس کے اور کسی واقعہ کا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ لکھا ہے:

اے دانی ایل تو اپنی راہ لے۔ کیونکہ یہ باتیں آخری وقت تک بند و سربمہر رہے گی اور بہت لوگ پاک کئے جائیں گے (یعنی

دعائیں ہیں (یعنی حسین کے اس عزم صمیم کو دیکھ کر ہر نبی و ولی نے آپ کی مدح و ستائش کی اور انہیں مرحبا کہا) اور وہ یہ گیت گانے۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

بہت سے لوگ راہِ حق پر آجائیں گے) اور صاف و براق ہوں گے لیکن شریر شرارت کرتے رہیں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا، پر دانشور سمجھیں گے۔ اور جب وقت دائمی قربانی موقوف کی جائیگی اور وہ اُجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی۔ ایک ہزار دو سو نوّے (۱۲۹۰) دن ہوں گے۔ (دانی ایل ۱۲:۹)

ایک دوسری کتابت میں "وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی" کے بجائے "مسیح شہزادے کے قتل تک" کے الفاظ ہیں۔ بہر حال اگر دونوں ہی کو صحیح سمجھ لیا جائے تب بھی نفسِ واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ دائمی قربانی کے موقوف ہوتے کے ۱۲۹۰ دن کے بعد کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے کو تھا۔ ورنہ کلام الٰہی کے ذریعہ اس کا اس شد و مد کے ساتھ اعلان، بے معنی سی چیز ہو کر رہ جاتی ہے۔

دائمی قربانی (وہ قربانی جو انبیائے بنی اسرائیل کی شریعت کے بموجب بیت المقدس میں ادا کی جاتی تھی) واقعہ اسیری بابل کے بعد موقوف ہوگئی۔ اسیری بابل کا

لگے کہ تو ہی اس کتاب کو لینے اور اس کی مہریں کھولنے کے لائق ہے کیونکہ تو نے ذبح ہو کر اپنے خون سے ہر قبیلہ اور

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

واقعہ ۵۶۰ سنہ آدمی یا ۶۰۱ سنہ ق م میں رونما ہوا جب بیت المقدس، شاہ بابل نبوکد نظر ثانی کے ہاتھوں مسمار ہوا اور وہ تمام بنی اسرائیلیوں کو جو اس شہر میں آباد تھے قید کر کے بابل لے لیا۔

اس سال یعنی ۵۶۰ سنہ آدمی یا ۶۰۱ سنہ ق م کے ۱۲۹۰ دن کے ارد گرد تاریخ کسی مشہور واقعہ کا پتہ نہیں دیتی جس پر اس پیشین گوئی کا اطلاق ہو سکے۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ دن کی مقدار معلوم کی جائے۔

اہل علم و جغرافیہ دان حضرات پر یہ بات بخوبی روشن ہے کہ دن کی مقدار دراصل مختلف حصص ارض پر کم و بیش ہے۔ خطِ استوا پر دن ۲۴ گھنٹہ کا ہوتا ہے جب کہ قطبین پر یہی دن ایک سال کا ہوتا ہے لہذا اب ۱۲۹۰ دن کو ۱۲۹۰ سال قرار دے کر شمار کیا جائے تو واقعہ مذکورہ ۵۶۰ سنہ + ۱۲۹۰ یعنی ۱۸۵۰ - ۱ = ۱۸۴۹ آدمی میں ہونا چاہیئے۔ سنِ ہجری کا آغاز ۶۲۲ سنہ آدمی میں ہوا لہذا ۱۸۴۹ - ۶۲۲ = ۱۲۲۷ آدمی میں آخر ۱۲۲۶ سنہ یا اوائل ۱۲۲۷ سنہ ہوتا ہے اور تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر روشن

اہلِ زبان اور امت اور قوم ہیں سے خدا کے واسطے لوگوں کو

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ہے کہ آخر ۶۰ھ میں یزید پلید تخت نشین ہوا اور شروع ۶۱ھ میں کربلا کا
ہولناک واقعہ رونما ہوا جس میں امام حسینؑ دریائے فرات کے کنارے عاشورہ
محرم کو شہید کئے گئے۔

پس "وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز" تخت نشینی یزید ہی ہو سکتی ہے جو
۶۰ھ میں نصب کی گئی اور "مسیح شاہزادے کے قتل" سے مراد شہادت
حسینؑ ہی ہے۔

اب سنہ عیسوی سے بھی اس کو شمار کر کے دیکھ لیا جائے۔ ہم بتا چکے
ہیں کہ ۶۰۱ ق م میں دائمی قربانی موقوف ہوئی۔ لہذا یہ واقعہ ۶۰۱ ق م + ۱۲۹۰
یعنی ۶۹۰ء میں رونما ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

وجہ یہ ہے کہ ۳۲۵ء تک کلیسا میں سنین قمری رائج رہے لہذا وہاں تک
توحساب درست رہا۔ اس سال قسطنطین نے سنین شمسی رائج کرنا چاہی جس کی تکمیل
۳۵۰ء سے قبل نہ ہو سکی جبکہ مذکورہ بالا پیشین گوئی پوری ہونے میں صرف ۳۴۰ سال
باقی رہ گئے تھے۔ اس میں سے ۳ فیصد سنین شمسی و قمری کا فرق یعنی تقریباً دس سال
کم کر دیں۔ گویا اس واقعہ کو اب بجائے ۶۹۰ء کے دس سال قبل یعنی ۶۸۰ء کے لگ بھگ

خرید لیا (یعنی اے حسینؑ واقعی تو ہی اس کا اہل ہے کیونکہ تیری ہی شہادت عظمیٰ کے سبب یا اس سے متاثر ہو کر روئے زمین کے

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

رونما ہونا چاہیے اور یہی صحیح ہے۔ دیکھیے "تاریخ زوال و تباہی روم از گبن ص ۴۶۹ مطبوعہ لندن جس کے بموجب واقعہ کربلا ۶۸۰ء میں ظہور پذیر ہوا۔

***

دانی ایل کی متذکرہ بالا پیشین گوئی کا ذکر جناب عیسیٰؑ نے بھی کیا ہے۔ جب جناب عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو اس دنیا میں اپنی دوبارہ آمد کی خبر ان الفاظ میں دی:

میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے (یعنی میری دنیا میں دوبارہ آمد اس وقت تک نہ ہو گی جب تک وہ ہمنام رسولؐ موعود (یعنی امام مہدی آخر الزمانؑ نہ آجائیں)۔" (متی ۲۳: ۳۹)

تو شاگردوں نے سوال کیا کہ ہم کو یہ تو بتا دیجیے کہ یہ باتیں ہوں گی کب؟ اور تیرے آنے کا اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہو گا۔ یسوع مسیح اس پر جواب دیتے ہیں۔

خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے (یعنی وقت کا تعین نہیں ہو سکتا) کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں

مختلف قبیلے اور فرقے کے لوگ ایک مرکز پر آگئے)۔[۲۴] اور اُن کو ہمارے

---

[۲۴] کیا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت نہیں ہے کہ باوجود اختلاف مذہب وملت حسینؑ کی عظمت کا ہر شخص قائل ہے گو ان میں سے اکثر محمدؐ کی رسالت کے سخت ترین دشمن ہیں۔

اس کے علاوہ روایات سے ظاہر ہے کہ کربلا میں عین عاشور کے دن علاوہ عرب کے مختلف مسلمان قبائل کے دیگر قبیلوں اور مذہب کے لوگ بھی حسینؑ کے گرد جمع ہو گئے تھے اور شہادت کے رفیع الشان درجہ پر فائز ہوئے۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے، خبردار گھبرا نہ جانا کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا...... بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے [انکار نو ملتے جلتے آج کل کے زمانے کے سے ہیں۔ اور نبی اور مسیح کے دعویدار بھی ہوئے ہیں منجملہ ان کے ایک مثال مسیح قادیان کی ہمارے سامنے ہے] اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔

خدا کے لئے ایک بادشاہی اور کاہن بنا دیا۔ اور وہ زمین پر بادشاہی
کرتے ہیں (یعنی تیری ہی وجہ سے کربلا والوں کو وہ عزت

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشت۔

مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہی
کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہو گی تاکہ سب قوموں
کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہو گا۔ (یعنی دنیا کے خاتمہ یا قیامت
آنے سے قبل حکومت الٰہیہ یا اسلامی سلطنت کا شرق و غرب
عالم میں پھیل جانا اور سب قوموں کا ایک مرکز پر آجانا
ضروری ہے اور اسی زمانہ میں مسیح، ہم نام رسول موعود یا
امام مہدی کے ساتھ ظہور فرمائیں گے)۔ (متی ۱۴-۴:۲۴)
چونکہ ان الفاظ سے بھی تعین۔ زمانہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی کوئی خاص نشان
ہی بتایا گیا تھا لہذا مزید تفصیل بتائی گئی۔

"پس جب تم اس اُجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل
نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا دیکھو [یعنی جب وہ زمانہ
آجائے کہ خلافت رسول ایسے مقدس عہدے پر یزید پلید متمکن ہو جائے۔
الہ۔ زمانہ کا تعین ہو گیا کیونکہ کم از کم ۶۰ھ یا ۶۱ھ تک تو پتہ

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

چل ہی گیا جس کے بعد ان نشانات کو تلاش کرنا باقی رہ گیا، جنھیں جناب عیسیٰؑ پہلے بیان فرما چکے ہیں اور اب سلسلہ بیان میں پھر آ رہا ہے]۔ تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اُترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔ مگر افسوس ان پر جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور دودھ پلاتی ہوں! پس دعا کرو کہ تم کو جاڑوں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی نہ کبھی ہوگی۔ [بے شک شہادتیں بہت پیش کی گئیں لیکن اس نوعیت کی شہادت جیسی حسینؑ نے پیش کی اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی)۔

اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے (یعنی بنی اُمیہ کا دورِ حکومت اگر جلد ختم نہ ہو جاتا

اس کے بعد والی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم ارواح میں اس شہید موعود نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا خلاصہ

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

تو مومنین و صالحین بالکل فنا ہی کر دئے جاتے مگر آئمہ اہلِ بیت یا آلِ رسول کے طفیل بنی اُمیہ کے دورِ حکومت کو کم کر دیا جائے گا۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں تو یقین نہ کرنا (یعنی اس وقت بھی میری آمد نہ ہوگی بلکہ ایک عرصہ کے بعد جب ہمنام رسول موعود کا زمانہ آئے گا)۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام کر دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں۔ (دیکھئے کچھ نبی ایسے بھی ہوں گے جو معجزات بھی دکھائیں لیکن بقول عیسیٰؑ وہ ہونگے جھوٹے۔ اب تو نبیِٔ قادیان کے لئے کوئی دلیلِ نبوت باقی رہتی نظر نہیں آتی)۔

دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ (ہمنام رسول موعود یا امام مہدی) بیابان میں ہے تو باہر

بیان کیا جو اسلام کے روئے زمین پر پھیلنے سے قبل رونما ہونے کو تھے۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

نہ جانا۔ دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ
جیسے بجلی پورب سے کوند کر پورب سے پچھم تک دکھائی دیتی
ہے۔ ویسے ہی ابن آدم (یہاں ہمنام رسول موعود ہونے کی
بناء پر امام مہدی کو بھی ابن آدم کہا گیا ہے) کا آنا ہوگا۔
جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔ (مطلب یہ
کہ تم کچھ فکر نہ کرو جب وہ یعنی امام مہدی آئیں گے اور جن کے
ظہور پر میرا آنا مقصد ہو چکا ہے تو شرق و غرب عالم خود ہی منور
ہو جائیں گے اور تم کو کسی کے بتانے یا سمجھانے کی اور پہچنوانے
کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ہر شخص خود ہی جان لے گا کہ یہ
امام ہے)۔ (متی ۲۸-۱۵:۲۴)

اس کے بعد جناب عیسیٰؑ نے پھر اُسی مقام سے تقریر شروع
کی کہ واقعۂ کربلا کے بعد ہوگا کیا۔ تاکہ لوگ اس زمانے کو فوراً
پہچان لیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اور ان دنوں کی مصیبت کے بعد (یعنی واقعۂ کربلا

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

کے بعد ہی) سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلا دی جائیں گی (تاریخ اسلام جاننے والے ان واقعات کی تصدیق بہ آسانی کر سکیں گے) اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دیگا (یعنی شہادت حسینؑ کے بعد ہی رسول اسلام کی صداقت ظاہر ہوگی کہ رسول موعود بھی سچا، اُس کے لائے ہوئے احکام بھی سچے اور اس کا خدا بھی سچا، کیونکہ اگر ان میں صداقت نہ ہوتی تو ایسا عزیز نواسا، گودیوں میں دن رات پلا، بلا وجہ اپنا گھر بار نہ لٹا دیتا۔ یا اس واقعہ شہادت حسینؑ کے بعد اب وہ نشانیاں ظاہر ہونا شروع ہوں گی جو میں ظہور امام مہدی کے متعلق بتا چکا ہوں۔ ان کو تم دیکھتے رہنا)۔ اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی (یعنی ہر قوم و ملت کے لوگ شہادتِ

ایک اور وحی نازل ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اے بانجھ تو جو بے اولاد تھی (یعنی اے بنی اسماعیلؑ

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

حسینؑ سے متاثر ہو کر اپنے اپنے حوصلہ اور رسم و رواج کے مطابق ماتم و عزاداری کریں گے) اور (اتنا کچھ ہو چکنے کے بعد) ابن آدمؑ (ہمنام رسولؐ موعود یا امام مہدیؑ) کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے (یعنی ظہور امام مہدی ہوگا)۔ اور وہ نرسنگھے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا۔ اور وہ (فرشتے) اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنارے سے اُس کنارے تک جمع کریں گے (یعنی تمام مومنین و صالحین اور مقدس لوگوں کی رجعت ہوگی اور وہ پھر اس دنیا میں لائے جائیں گے تاکہ امام زمانہ کو اور اس کی شان حکومت کو دیکھ کر لطف اندوز ہوں اور اپنے صبر کا پھل اُٹھائیں۔ جناب عیسیٰ کی آمد بھی اُسی وقت ہوگی)۔ (متی ۳۱-۲۹ : ۲۴)

جن میں اب تک کوئی نبی نہیں بھیجا گیا) - نغمہ سرائی
کر - تو، جس نے ولادت کا درد برداشت نہیں کیا

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ -

جناب عیسیٰؑ اپنے اس بیان کے بعد ایک مرتبہ پھر زور دیکر فرماتے ہیں -

"(لوگو!) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب
باتیں نہ ہولیں، یہ نسل (بنی آدمؑ) ہرگز تمام نہ ہوگی (یعنی
دنیا کے خاتمہ سے قبل ان تمام واقعات کا رونما اور
ظہور پذیر ہونا اٹل ہے)۔ آسمان اور زمین ٹل جائینگے
لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی -

لیکن اس دن اور اس گھڑی (آمد ہمنام رسول
موعود یا امام مہدی کہ جن کے ساتھ میرا آنا مقدر ہے)
کی بابتہ کوئی نہیں جانتا - نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا،
مگر صرف باپ - (یعنی رسول موعود ہی جانے کہ یہ سب
کب وقوع پذیر ہوگا لہذا اب تم اس کے آنے تک صبر کرو -
وہی آکر تم کو اس کی بابتہ صحیح معلومات فراہم کرے گا) -

(متی ۲۴:۳۴-۳۷)

زندی سے گا.......... کہ بیکس چھوڑی ہوی کی

اولاد شوہر والی سے زیادہ ہے [اس سے یا تو حدیثِ

رسول العلماء امتی کمثل انبیاء بنی اسرائیل کی طرف اشارہ

ہے، یا پھر یہ مطلب ہے کہ رسول موعود کی ذریت قوموں

کی وارث ہوگی اور ان کی تعداد شمار میں نہ آسکے گی۔

جس کی طرف قرآن نے انا اعطینٰک الکوثر کے

کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے] ...... میں نے ایک دم

کے لئے تجھے چھوڑ دیا (یعنی کچھ عرصہ کے لئے بنی اسماعیل

میں نبی و امام آنا بند ہو گئے) لیکن رحمت کی فراوانی سے

تجھے لے لونگا ...... اب میں ابدی شفقت سے تجھ پر رحم

کروں گا (یعنی میں اب اپنے محبوب کو تیرے اندر

رسول بنا کر بھیجوں گا) ...... پہاڑ تو جاتے رہیں اور

ٹیلے ٹل جائیں لیکن میری شفقت کبھی تجھ پر سے جاتی

نہ رہے گی۔ اور میرا صلح کا عہد نہ ٹلے گا۔ (یعنی اب کبھی ایسا

ہرگز نہ ہوگا کہ ایک چشم زدن کے لئے بھی تجھ میں نبی یا

امام نہ رہے اور دنیا حجت خدا سے خالی رہے)۔ اے

مصیبت زدہ ...... دیکھ میں تیرے پتھروں کو سیاہ

ریختہ میں لگاؤں گا اور تیری بنیاد نیلم سے ڈالوں گا۔ تیرے کنگروں کو محلوں اور تیرے پھاٹکوں کو شب چراغ اور تیری ساری فصیل بیش قیمت پتھروں سے بناؤں گا[۲۵]۔ اور تیرے سب فرزند (ذریت رسول موعود یا امام) خداوند سے تعلیم پائیں گے اور تیرے فرزندوں کی سلامتی کامل ہوگی۔ تو راستبازی سے پائیدار ہو جائیگی، تو ظلم سے دور رہ جائے گی۔ ....

کیونکہ وہ تیرے قریب نہ آئے گی۔ ممکن ہے کہ وہ (ظالمین) کبھی اکٹھے ہوں پر میرے حکم سے نہیں (یعنی اگر ظالمین اجماع کر کے خلافت الٰہیہ پر قابض بھی ہوں گے تو میرے حکم سے نہ ہوں گے اور ان کی خلافت، خلافت غصبی ہی کا حکم رکھے گی)۔ جو تیرے خلاف جمع ہوں گے وہ تیرے ہی سبب گریں گے (یعنی جو لوگ تیری مخالفت کریں گے وہ گمراہ ہوں گے)۔ ....

اے سب پیاسو (طالب نجات ابدی) پانی کے پاس آؤ اور وہ بھی جن کے پاس پیسہ نہ ہو آؤ مول لو اور کھاؤ۔ ہاں آؤ مے (مئے عرفان الٰہی) اور دودھ بے زر اور بے قیمت خریدو

---

[۲۵] دیکھئے مکاشفہ ۲۱ - ۱۸ : ۲۱ جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

(قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ)

........میں تم کو ابدی عہد یعنی داؤد کی سچی نعمتیں

بخشوں گا (یعنی حکومت اور نبوت وامامت تم کو بخشی جائیگی)۔

دیکھ میں نے اسے (ذریت اسماعیل کو) اُمتوں کے لئے گواہ

مقرر کیا بلکہ اُمتوں کا پیشوا اور فرماں روا (وکذالک

جعلنکم اُمۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس

ویکون الرسول علیکم شھیدا)"

(یسعیاہ ۵۴، ۵۵: ۱-۴)

ذریت رسول موعود یا ذریت اسماعیل کے متعلق اسی کتاب

یسعیاہ میں ایک عبارت اور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"(بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے خدا فرماتا ہے)۔

پردیسی آ کھڑے ہوں گے اور تمہارے گلّوں کو

چرائیں گے اور بیگانوں کے بیٹے (غیر

بنی اسرائیل) تمہارے ہل چلانے والے

اور تاکستانوں میں کام کرنے والے ہوں گے۔

(یعنی تمہاری ہر چیز پر قابض ہو جائیں گے)

تمہاری خجالت کا عوض دوچند ملے گا اور وہ

اپنی رسوائی[۲۶] کے بدلے اپنے حصے سے خوش ہوں گے۔
پس وہ اپنے ملک میں دو چند کے مالک ہوں گے اور اُن کو
ابدی شادمانی ہوگی کیونکہ میں خداوند انصاف کو عزیز
رکھتا ہوں......... سو میں سچائی سے ان کے کاموں
کا اجر دوں گا اور اُن کے ساتھ ابدی عہد باندھوں گا۔
ان کی نسل قوموں کے درمیان نامور ہوگی اور اُن کی
اولاد لوگوں کے درمیان اور وہ سب جو ان کو دیکھیں گے
اقرار کریں گے کہ وہ نسل ہے جسے خداوند نے برکت
بخشی ہے۔

(یسعیاہ ۹-۵ : ۶۱)

---

۲۶ رسوائی یہ کہ بنی اسماعیل میں کوئی صاحب شریعت نہیں آیا اور بنی اسماعیل دین ابراہیمی کے پیرو رہے۔ جبکہ بنی اسرائیل میں متعدد انبیاء آتے رہے۔

باب دہم

حضرت میکاہؑ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عہد میں بنی اسرائیل کی شرارتیں بڑھ گئی تھیں اور وہ رسول موعود کی آمد کے متعلق پیشین گوئیوں اور نبیوں کے اعلانات کو وہم سمجھنے لگے تھے اور گمراہی میں پڑ گئے تھے۔ لہذا میکاہ نبی کی معرفت بنی اسرائیل کے نام پیغام الٰہی بھیجا گیا۔

اے سب لوگو سنو۔ اے زمین اور اس کی معموری

کان لگاؤ اور خداوند خداہان خداوند (رسول موعود)

اپنے مقدس مسکن سے تم پر گواہی دے کیونکہ دیکھ خداوند

اپنے مسکن سے باہر آتا ہے اور نازل ہو کر زمین کے اونچے

مقامات کو پامال کرے گا[۲۷] اور پہاڑ اس کے نیچے پگھل جائیں گے

اور وادیاں پھٹ جائیں گی .... یہ سب

یعقوب کی خطا اور اسرائیل کے گھرانے کے

گناہ کا نتیجہ ہے۔

(میکاہ ۵-۲:۱)

✤

---

[۲۷] اکثر بنی اسرائیل نے خدائے تعالےٰ سے برگشتہ ہو کر اونچے اونچے مقامات اور پہاڑوں وغیرہ پر بت خانے بنا رکھے تھے اور وہاں خدائے واحد کے علاوہ بتوں کی پرستش کی جانے لگی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ رسول موعود آ کر بت پرستی کے ان تمام مقامات کو ختم کر ڈالے گا۔ ایک دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ اس کے عہد میں اونچے مقامات (متکبر)، پہاڑ (سرکش و جبار) اور وادیاں (نافرمان) سب سرنگوں ہو جائیں گے۔

باب یازدہم

حضرت یرمیاہؑ

جب بنی اسرائیل نے اس تنبیہ کی بھی پرواہ نہ کی جو حضرت یرکاہؑ کی معرفت اُن کو دی گئی تھی تو یرمیاہ نبی کی معرفت اس سے زیادہ سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی۔

خداوند فرماتا ہے......... اے اسرائیل کے گھرانے دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا (جو تجھے تیری سرکشی کی سزا دیگی کہ تو نے رسول موعود کے متعلق پیشین گوئیوں کو مذاق سمجھ رکھا ہے) خدا فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے۔ وہ قدیم قوم ہے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا....... وہ تیری فصل کا

اناج اور تیری روٹی جو تیرے بیٹے اور بیٹیوں کے کھانے
کی ہے کھا جائیں گے[۳۸] تیرے گائے بیل اور تیری بھیڑ

۱ہ عام طور سے جو چیز جسے زیادہ عزیز ہوتی ہے اسی کو چھین لینے
کی دھمکی دی جاتی ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل ہمیشہ دنیوی مال و متاع
پر جان دیتے رہے اسی لئے اُن سے دنیاوی نعمتیں چھین لئے
جانے کی دھمکی دی گئی ان میں نہ احساس مذہب تھا اور نہ حیات
مابعد کا تخیل لہذا روحانی نعمات کا تذکرہ کہاں ملتا۔ یہ فخر تو جناب
محمد صلعم ہی کو تھا کہ آپ نے اپنی اُمت میں روحانیت کی ایک ایسی
لہر دوڑا دی جس نے دنیاوی نعمتوں اور لذّتوں کے احساس ہی کو
دبا دیا۔ آج بھی مسلمان گو کتنا ہی دنیا داری پر اتر آئے وقت پڑنے
پر مذہب کے نام پر اپنا سب کچھ لٹا دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم
دیکھتے ہیں کہ خدا نے امت محمدی (مسلمانوں) کو جب بھی ڈرایا تو روحانی نعمتوں کے
سلب کر لئے جانے اور حیات مابعد کی عقوبت سے اور وعدے کئے تب
بھی انھیں نعمتوں کی امید دلا کر۔ دنیاوی نعمتوں کے بھی تذکرے جو اس
سلسلے میں ملتے ہیں وہ بلحاظ اہمیت روح و جسم و نیز اس وجہ سے کہ کہیں
یہ حسِ انسانی بالکل مُردہ ہی نہ ہو جائے۔

بکریوں کو چٹ کر جائیں گے۔ اور تیرے حصین شہروں کو جن پر تیرا بھروسہ ہے تلواروں سے ویران کر دیں گے۔

(یرمیاہ ۱۷-۱۵:۵)
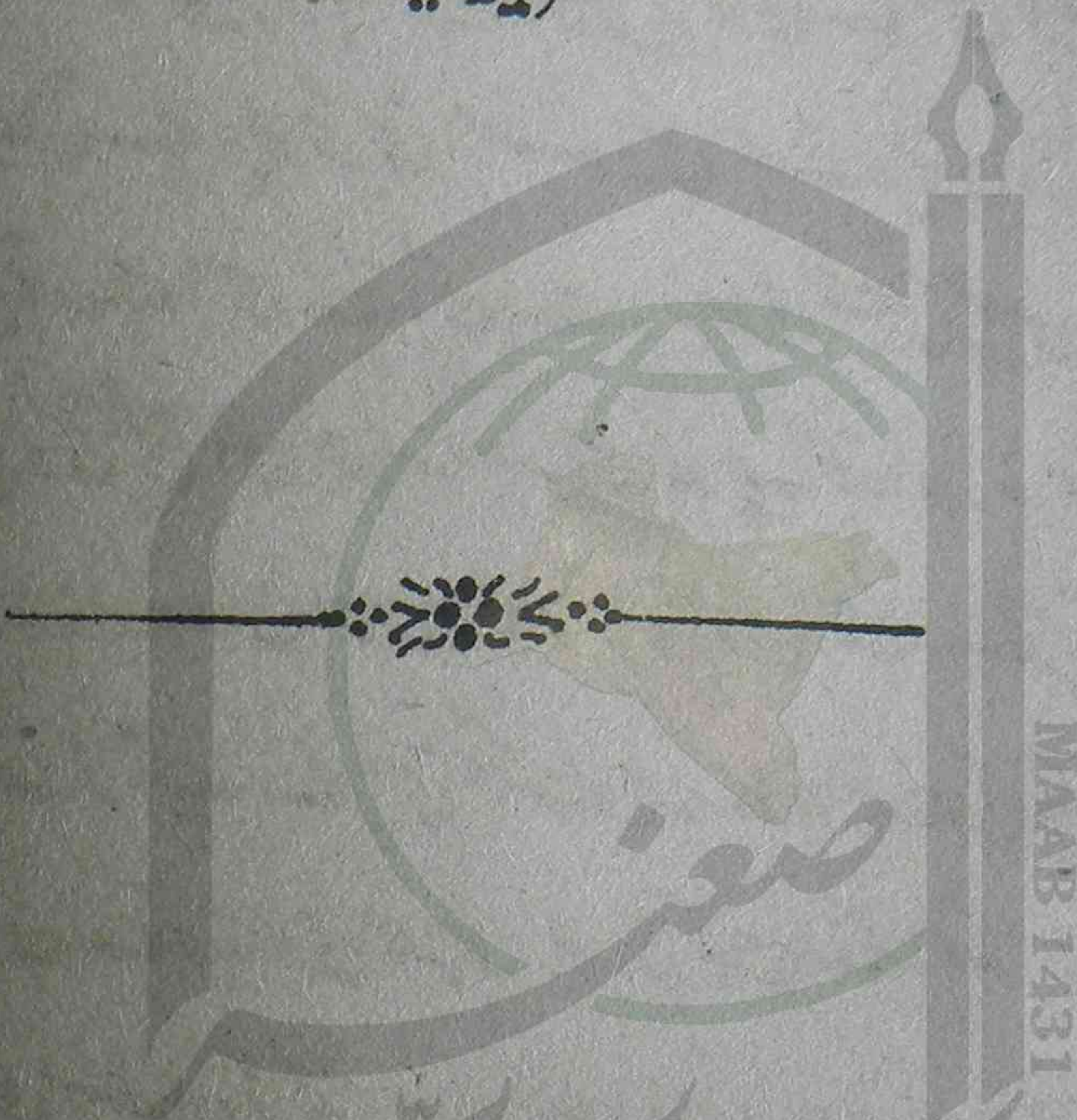
بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ:

صرف یہی ایک دلیل اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ مذہبِ اسلام ایک مکمل مذہب ہے اور اس نے روحانی اور جسمانی کسی پہلو کو بھی تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا، جس کی نظیر اس سے قبل اور کہیں نہیں ملتی۔

باب دوازدہم

حضرت یوایل ؑ

بنی اسرائیل کی عادتیں بگڑ چکی تھیں وہ انبیاء کی باتوں کو ہنسی ٹھٹوں میں اڑاتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے انبیاء کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ (متی ۳۷-۳۹: ۲۳)۔ خدا وہ خدا جس کی تعریف بائبل کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔

"خداوند، خداوند، خدائے رحیم اور مہربان، قہر کرنے میں دھیما اور شفقت اور وفا میں غنی"

(خروج ۳۶:۶)

اب بھی یہود (بنی اسرائیل) پر اپنا قہر نازل نہیں کرتا اور ان کو بار بار موقع دے رہا ہے کہ وہ اب بھی راہ راست پر آجائیں اور

غضب الٰہی کا نشانہ نہ بنیں۔ اس مرتبہ ان الفاظ میں تہدید کی گئی۔

"صیون میں نرسنگا پھونکو۔ میرے کوہ مقدس پر سانس باندھ کر زور سے پھونکو۔ ملک کے تمام باشندے تھرتھرائیں کیونکہ خداوند کا زور چلا آتا ہے بلکہ آپہونچا، اندھیرے اور تاریکی کا نور.............. ایک بڑی اور زبردست امت جس کی مانند نہ کبھی ہوئی اور سالہائے دراز تک اس کے بعد ہوگی۔ پہاڑوں پر صبح صادق کی طرح پھیل جائے گی گویا ان کے آگے آگے آگ بھسم کرتی جاتی ہے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے شعلہ جلاتا جاتا ہے۔ ان کے آگے زمین باغِ عدن کے مانند ہے اور پیچھے ویران بیابان ہے۔ ہاں اُن سے کچھ نہیں بچتا۔ ان کی نمود گھوڑوں کی سی ہے، سواروں کی مانند دوڑتے ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رتھوں کے کھڑکھڑانے اور بھوسے کو بھسم کرنے والے شعلۂ آتش کے شور کے مانند بلند ہوتے ہیں۔ وہ جنگ کے لئے صف بستہ زبردست قوم کی مانند ہیں۔ ان کے روبرو لوگ

تھرتھراتے ہیں۔ سب چہروں کا رنگ فق ہو جاتا ہے
وہ پہلوانوں کی طرح دوڑتے اور جنگی مردوں کی طرح
دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں۔ سب اپنی اپنی راہ پر چلتے ہیں اور
صف نہیں توڑتے۔ وہ ایک دوسرے کو نہیں ڈھکیلتے ہر ایک
اپنی راہ چلا چلا جاتا ہے۔ وہ جنگی ہتھیاروں سے گذر
جاتے ہیں اور بے ترتیب نہیں ہوتے۔ وہ شہر میں
کود پڑتے اور دیواروں اور گھروں پر چڑھ کر چوروں
کی طرح کھڑکیوں سے گھس جاتے ہیں۔ ان کے سامنے
زمین و آسمان کانپتے اور تھرتھراتے ہیں۔ سورج اور چاند
تاریک اور ستارے بے نور ہو جاتے ہیں۔

(یوایل ۲:۱-۱۰)

باب سیزدہم

بربادی یروشلم

بنی اسرائیل کے کان پر اب بھی جوں نہ رینگی اور انھوں نے اپنی پرانی روش کو ترک نہ کیا۔ آخر غضب خداوندی بنی اسرائیل پر بھڑک اٹھا اور شاہ بابل بنوکد نظر ثانی (دور حکومت ۶۰۶ ق م تا ۵۶۲ ق م) نے ۵۸۶ ق م یا ۵۸۷ء میں یروشلم پر چڑھائی کی۔[۲۹] بیت المقدس برباد کیا گیا۔ سرداران یہود و دیگر ممتاز لوگ اسیر کر کے بابل لائے گئے۔

یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ اس سے یہودیوں کی سلطنت کلیتہً برباد ہو گئی تھی بلکہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اُن کی سلطنت، بعد مسماری بیت المقدس اور بربادی یروشلم بھی، عرب کے دیگر مقامات پر باقی رہی۔ صرف تباہی یروشلم کے بعد یہودیوں کا مرکز خیبر قرار پا گیا تھا۔

❖

۲۹۔ ۲۔تواریخ ۲۱-۱۱: ۳۶، ۲۔سلاطین۔ ۷-۱: ۲۵

باب چہاردہم

حضرت ذکریاؑ

اسی عہد غلامی بنی اسرائیل میں جناب ذکریا مبعوث ہوئے۔ ان پر وحی نازل ہوئی۔

اب اے یسوع سردار کاہن تو اور تیرے رفیق جو تیرے سامنے بیٹھے ہیں وہ اس بات کا ایما ہیں کہ میں اپنے بندے شاخ کو لانے والا ہوں۔ (ذکریا ۸:۳)

خداوند عالم کی جانب سے اس مقدس ہستی کی جسے شاخ کے نام سے موسوم کیا گیا تھا مزید توضیح ان الفاظ میں کی گئی۔

رب الافواج فرماتا ہے کہ دیکھ وہ شخص جس کا نام شاخ ہے اس کے زیر سایہ خوشحالی ہو گی اور وہ خداوند کی ہیکل کو بنائے گا یعنی بیت اللہ کو از سر نو تعمیر کرے گا یا اسے بتوں سے پاک کر کے اس کو

اس قابل بنا دیگا کہ وہ پھر بیت اللہ کہلائے جانے کے قابل ہو جائے) اور وہ (یعنی جس ہستی کو شاخ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے) صاحب شوکت ہوگا اور تخت نشین ہو کر حکومت کرے گا اور اُس کے ساتھ اس کا کاہن (ملک صدق یعنی علیؑ) بھی تخت نشین ہوگا۔ اور دونوں میں صلح و سلامتی کی مشورت ہوگی۔ (ذکریا ۱۳-۱۲ : ۶)

جناب ذکریا فرماتے ہیں :-

اور میں نے دوبارہ اس سے پوچھا کہ زیتون کی یہ دو شاخیں کیا ہیں جو سونے کی دو نلیوں[۲] کے متصل ہیں جن کی راہ سے سنہلا تیل نکلا چلا جاتا ہے۔ اُس نے مجھے جواب دیا۔ کیا تو نہیں جانتا یہ کیا ہیں؟ میں نے کہا نہیں اے میرے آقا۔ اُس نے کہا یہ دو ممسوح[۳] ہیں جو رب العالمین کے حضور کھڑے رہتے ہیں۔ (ذکریا ۱۴-۱۲ : ۴)

---

۳ یہ وہی ممسوح ہیں جن کی تصویریں عبادت گاہ موسیٰؑ میں بنی ہوئی تھیں یعنی محمدؐ و علیؑ۔ جن کے اعداد بحساب ابجد ۲۰۲ ہوتے ہیں جو رَب کے اعداد کے برابر ہیں۔ مطلب یہ کہ ان دو ممسوح کے توسّل

باب پنجم

رہائی و مراجعت یہود بہ یروشلم

اس سخت مصیبت اور ستّر سالہ غلامی کے بعد بنی اسرائیل (یہود) کی آنکھیں کھلیں اور اُنھوں نے پھر بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کیا۔ اور توبہ کی۔ رحمت خداوندی پھر جوش میں آئی اور بنی اسرائیل

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ہی سے خدا مل سکتا ہے جیسا کہ ان دونوں ناموں کے اعداد کا مجموعہ رب کے برابر ہوتا ہے۔ نیز اس آیتہ میں جو سونے کی دو نلیوں سے سنہلا تیل نکلنا ظاہر کیا ہے کہ تو اس سے علوم الٰہیہ مراد ہیں مطلب یہ کہ یہ دونوں ہستیاں علوم و معرفت الٰہیہ کے دریا ہیں۔

تفصیل باب ہفتم میں چند اوراق پیچھے اولٹ کر دیکھ لیجیے۔

کی خطا معاف ہوئی۔ ۵۳۰ھ ق م خورس اعظم شہنشاہ ایران کے عہد میں بنی اسرائیل بابل سے رہا ہو کر وطن واپس آئے۔ بیت المقدس پھر سے تعمیر کیا گیا اور یروشلم دوبارہ آباد ہوا۔ (۲۔ تواریخ ۲۳:۳۶)

اس کے بعد قدرت نے رسول موعود کے متعلق تجدید عہد کے لئے جناب عیسیٰ کو مبعوث برسالت کیا۔ چنانچہ جناب عیسیٰؑ خود فرماتے ہیں کہ میں اسی مطلب خاص کے لئے بھیجا گیا ہوں جیسا کہ لوقا کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

مجھے اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہی کی آمد (آمد رسول موعود یا خلافت الٰہیہ) کی خوش خبری سُنانا ضرور ہے۔ کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔

(لوقا ۴۳:۴)

باب ششم

حضرت عیسیٰؑ

جناب عیسیٰؑ، بنی اسرائیل میں آخری نبی ہوئے جو بقول عبرانیوں ۶:۲۰ رسول موعود کے پیش رو ہو کر آئے تھے۔ نیز جیسا کہ لوقا کی گزشتہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ان کے مبعوث برسالت ہونے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ وہ رسول موعود کی آمد و ظہور کے متعلق اعلان کر دیں کیونکہ رسول موعود کے ظہور کا زمانہ بالکل قریب آچکا تھا اور اب رسول موعود کے قبل اور کوئی نبی آنے کو نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس سلسلہ میں سب سے زیادہ بیانات دیئے و نیز ان بیانات کو واضح کرنے کے لئے مثالیں بھی دیں تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

آپ صرف ۳۴ سال اس دنیائے ناپائیدار میں رہے اس میں سے بقول بائبل ۳۰ سال وہ بھی وضع کر دیجئے جب تک آپ نے باقاعدہ

تبلیغ شروع نہیں کی تھی۔ (لوقا ۲۳:۳)۔ اب یہ ۳-۴ سال کا قلیل عرصہ دیکھئے اور بنی اسرائیل کے ہر فرد کے کان تک یہ اعلان پہنچانا تاکہ ہر شخص پر حجت تمام ہو جائے دراصل یہ کام آپ ہی کا تھا۔

کبھی کہا:۔

جاگتے رہو (یعنی ہر وقت منتظر رہو) کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمھارا خداوند (رسول موعود) کب آجائے گا۔ (متی ر ۴۲:۲۴)

کبھی فرمایا:۔

جاگتے رہو (منتظر رہو) کیونکہ نہ تم اُس دن کو جانتے ہو نہ اس گھڑی کو (جب وہ رسولِ موعود ظہور فرمائے گا) (متی ۱۳:۵)

کبھی بارات کی مثال دے کر سمجھایا کہ کس طرح ہمہ وقت مستعدی کے ساتھ آمد رسول موعود کا منتظر رہنا چاہئیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ آبھی جائے اور تم کو پتہ نہ چلے اور بے خبری کے عالم میں تم اس کی مخالفت کر بیٹھو۔ (دیکھئے متی ۱۳-۱:۲۵)۔

۳-۴ سال کا زمانہ جو آپ کو مل سکا وہ زمانہ ہی کیا تھا پھر بھی جہاں تک ہو سکا آپ نے خود چل پھر کر اعلان آمدِ رسولِ موعود یا قیامِ خلافتِ الٰہیہ کیا اور جن قبائل بنی اسرائیل تک آپ نہ پہنچ سکے وہاں اپنے حوارین کو یہ کہہ کر روانہ فرمایا۔

اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت (خلافت الٰہیہ یا زمانۂ رسالتماب) نزدیک آگئی ہے۔ (متی ۶:۱۰)

آپ نے اُن حوارین کو یہ بھی بتادیا کہ:۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم لوگ اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر سکو گے کہ ابن آدم (رسول موعود) آجائے گا۔[۱۳۱]

(متی ۲۳: ۱۰)

---

[۱۳۱] متی ۶: ۱۰ اور ۲۳: ۱۰ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوارین عیسیٰؑ کا کام صرف یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے ان قبائل تک آمدِ رسول کی اطلاع پہنچادیں جن تک جناب عیسیٰؑ خود نہیں پہنچ سکے تھے نہ کہ تبلیغِ مسیحیت۔ چہ جائیکہ غیر اقوام میں مسیحیت کو رواج دینا۔ یہی وجہ تھی کہ جب پطرس نے سب سے پہلے احکام عیسوی کو پس پُشت ڈال کر غیر قوموں میں تبلیغ کی تو جرج نے اس کا جواب طلب کیا کہ تونے غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ کیوں کی اور اُس پر پطرس کو ایک خواب وجہ جواز کے طور پر پیش کرنا پڑا (دیکھو اعمال باب ۱۱) مکمل تفصیل کے لئے نوٹ نمبر ۱۴۱ باب ۳ ملاحظہ ہو۔

ان حوارین کی اس حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمد رسول موعود میں قدرت

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جناب عیسیٰؑ نے اپنے متعلق تو صاف یہ اعلان کر دیا تھا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی ہو کر آیا ہوں۔ غیر اسرائیلیوں کے لئے نہیں (متی ۲۴:۱۵) لیکن ابنِ آدم (رسولِ موعود) کے متعلق فرمایا۔

ابنِ آدم کھوئے ہوؤں کو (یہاں الفاظ میں کوئی استثناء نہیں نہیں ہے مطلب یہ کہ تمام عالم کے گمراہ لوگوں کے لئے بلا استثناء فرد یا قوم) ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔

(متی ۱۱:۱۸ ؛ لوقا ۱۰:۱۹)

کیا اب بھی یہ شک باقی رہے گا کہ ابنِ آدم سے مُراد جناب عیسیٰؑ ہیں؟

آپ نے اُمتِ رسول موعود کی یہ کہہ کر تعریف کی:۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

کی طرف سے تاخیر کر دی گئی ورنہ اگر یہ لوگ حسب فرمان جناب عیسیٰؑ فوراً ہی اسرائیل کے شہروں میں پھیل جاتے اور جناب عیسیٰؑ کا یہ مشن پورا ہو جاتا تو یقین ہے کہ آمدِ رسول موعود میں اتنی تاخیر نہ واقع ہوتی۔ (واللہ اعلم)

ہیں، ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں، لیکن جو آسمان کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اس سے بڑا ہے۔[۳۲]

(متی ۱۱ : ۱۱)

ایک اور مقام پر جناب عیسیٰؑ نے ارشاد فرمایا:۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی (رسول موعود کی اُمت) میں داخل ہو۔

(متی ۱۹ : ۲۳-۲۴)

یعنی سرمایہ دار کے لئے اسلامی نظام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اُمتِ رسول ہی میں شمار نہیں کئے جا سکتے چہ جائے کہ ایسے لوگ خلیفہ یا امام مقرر کئے جا سکیں۔

ایک دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا:۔

(۱) مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے

---

[۳۲] اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں رسول اسلام نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میری اُمت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں۔

گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی (خلافت الٰہیہ) انہیں کی ہے۔ (متی ۵:۱۰)

(۲) مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے۔ (متی ۵:۳)

(۳) مُبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ (یعنی خلیفہ فی الارض ہوں گے)۔ (متی ۵:۵)

(۴) بچّوں کو میرے پاس آنے دو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔ (متی ۱۹:۴)

یعنی خلیفہ، امام یا خلافت الٰہیہ کے نگراں و حاکم کی شناخت یہ ہے کہ وہ مظلوم، شہید راہ حق، اور بچّوں کی طرح معصوم ہونگے۔[۳۳] **صدقت یا نبی اللہ، حکومت الٰہیہ کا وہ کونسا امام ایسا ہے جو حق کی راہ میں ستایا نہیں گیا۔**

---

[۳۳] اسی طرح پولوس نے ۱۔کرنتھیوں میں لکھا ہے کہ کون کون لوگ حکومت الٰہیہ کے وارث نہ ہوں گے:

کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے۔ فریب نہ کھاؤ، نہ حرام کار خدا کی بادشاہی کے

ت

۴۳ ایک مرتبہ آپ نے آمد رسول موعود کو ایک تمثیل کے ذریعہ یوں سمجھایا۔

ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔

وارث ہوں گے۔ نہ بت پرست، نہ زناکار، نہ لونڈے باز، نہ چور، نہ لالچی، نہ شرابی، نہ گالیاں بکنے والے، نہ ظالم۔

(۱۔ کرنتھیوں۔ ۱۱-۱۰:۶)

اس تفصیل کے بعد غالباً کسی کو امام اصلی امام نقلی کے پہچاننے میں کوئی دشواری باقی نہ رہے گی۔

---

۴۴ اس تمثیل کو پڑھنے سے قبل مندرجہ ذیل تشریحی نوٹ کا پڑھ لینا ضروری ہے تاکہ صحیح نتیجہ پر پہونچنے میں سہولیت ہو۔

نظام قصاص جو جناب موسیٰؑ کی معرفت بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا اپنی میعاد پوری کر چکا تھا اور موجودہ نئے پیدا شدہ حالات میں امن و سکون قائم رکھنے کے لئے ناکافی تھا۔ لوگوں کو ایک نظام نو کی ضرورت بڑی طرح محسوس ہو رہی تھی یہ

اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔

نظام تھا جسے ہم نظام حُب کہہ سکتے ہیں جناب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا جس میں مدعی کو بجائے قصاص لینے کے عفو، درگذر، محبت، اُنس، اور رواداری کی تلقین کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریروں میں جابجا اسی کی مناسبت سے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

آپ نے اکثر و بیشتر خدا و خداوند کی بجائے باپ کا لفظ حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ اپنے مشن کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجازاً رب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

ایک مرتبہ جب یہودیوں نے غلط فہمی کی بناء پر آپ پر الزام عاید کیا کہ وہ ابن اللہ ہونے کے دعویدار ہیں تو آپ نے نہایت سختی سے اس کی تردید فرمائی اور کہا۔

> کیا تمھاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ "میں نے کہا تم خدا ہو" جب کہ اُنھوں نے اُنھیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اس لئے میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ (یوحنا ۱۰:۳۵)

بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا اور جب پھل کا موسم

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

اس طرح آپ نے ایک جملہ میں کئی باتوں کی وضاحت فرمادی۔ اول تو آپ نے یہودیوں ہی پر الزام رکھ دیا کہ ارے بیوقوفو تم تو نبیوں کو اور رسولوں کو خدا کہتے رہے ہو۔ میں نے نبی ہو کر خود کو صرف خدا کا بیٹا ہی تو کہا ہے، خدا بھی نہیں کہا۔ وہ بحیثیت رب ہونے کے باپ ہی تو ہے اور اس لحاظ سے میں نے اگر اس کو باپ کہہ دیا کون سا گناہ ہو گیا۔ جناب عیسیٰ نے مزید احتیاط کے خیال سے اپنے تابعین سے بھی خدا کو باپ کہلوایا (لوقا ۲:۱۱) تاکہ صرف آپ ہی میں یہ خصوصیت باقی نہ رہے اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ میں نے باپ کا لفظ حقیقی یا لغوی میں استعمال نہیں کیا۔

دوسرے آپ نے یہودیوں کو سمجھایا کہ خدا کے لفظ کا استعمال چونکہ علاوہ خدائے قادر مطلق، اُن کے نبیوں اور رسولوں اور فرشتوں کے لئے بھی ہوتا رہا ہے اس لئے خدا کے بیٹے سے مراد خدائے وحدہٗ لاشریک کا بیٹا مراد لینا درست نہیں ہے بلکہ اس سے ان کی مُراد خدائے فیض و ہدایت یعنی رسول موعود کے بیٹے سے بھی ہے۔۔

چونکہ جناب عیسیٰ کو رسول موعود کے اُمتی ہونے کا شرف خصوصی بھی

قریب آیا تو اُس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے
کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو بیٹا اور

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔
عطا ہونے کو تھا (جس کی اطلاع آنجناب کو دی جا چکی تھی) اور آپ اس شرف کے
حصول کے ہردم متمنی رہا کرتے تھے (دیکھو لوقا ۵۰ : ۱۲) لہذا رسول موعود کے
اُمتی ہونے کی بناء پر آپ رسول موعود کو اپنا روحانی باپ تصور کرتے تھے۔
جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے کہ میں اور علی اس اُمّت (مسلمانوں) کے لئے بمنزلہ
باپ ہیں۔

جناب عیسیٰؑ نے ایک جگہ کہا ہے:۔

ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے
بھیجا میری گواہی دیتا ہے انہوں نے اس سے کہا کہ تیرا باپ
کہاں ہے؟ یسوع نے جواب دیا نہ تم مجھے جانتے ہو، نہ میرے
باپ کو۔ اگر تم مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے۔ (یوحنا ۱۹-۱۸ : ۸)

صاف ظاہر ہے کہ باپ سے مراد قادر مطلق نہ تھا۔ کیا جناب عیسیٰؑ کے وقت
تک بنی اسرائیل خدائے مطلق کو بھی نہ جان سکے تھے؟ پھر جناب عیسیٰ نے اپنی اور
باپ کی معرفت کو ایک درجہ میں رکھ کر گویا اشارہ کر دیا کہ باپ بھی رسول خدا ہوگا

کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اُس نے اور نوکروں کو

بھیجا جو پہلوؤں سے زیادہ تھے اور اُنھوں نے اس کے ساتھ بھی

وہی سلوک کیا۔ آخر اُس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر

بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے

بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے

اس کی میراث پر قبضہ کرلیں اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر

نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو اِن

باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ اُنھوں نے اس سے کہا اِن

بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ

دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اُسے پھل دیں۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

نہ کہ خدائے مطلق۔ نیز دوسرا اشارہ یہ بھی ہے کہ جب تم میری ہی نبوت سے منکر ہو حالانکہ میں تمھارے قوم و قبیلہ کا ہوں اور زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے تم میری نسبت زیادہ واقف ہو، تو پھر میرے باپ یعنی رسول موعود کی نبوت کا کیا اقرار کروگے جو کہ دوسرے قبیلہ (بنی اسماعیل) میں پیدا ہوگا۔ وہاں تو قومی عصبیت بھی نہ ماننے کی ایک وجہ ہوگی۔

یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی
نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا
پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں
عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی
(حکومت الٰہیہ) تم (بنی اسرائیل) سے لے لی جائے گی اور اس
قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی۔[۳۵]

(متی ۲۱ : ۴۲ - ۴۳)

یہ تمثیل یسعیاہ ۳:۱۴ کے اجمال کی تفصیل تھی جس میں کہا گیا تھا۔

خداوند (رسول موعود) اپنے لوگوں کے بزرگوں اور ان کے سرداروں
کی عدالت کرنے کو آئے گا۔ تم ہی ہو جو تاکستان چٹ کر گئے ہو۔
(یسعیاہ ۳:۱۴)

---

[۳۵] چونکہ یہ تمثیل متی، مرقس و لوقا ہر سہ اناجیل میں مختلف الفاظ میں بیان
کی گئی ہے لہذا اس کے الفاظ پر بحث نہیں کی جا سکتی لیکن جناب
عیسیٰؑ کے اس بیان سے یہ نتیجہ یقینی نکلتا ہے کہ خلافت الٰہیہ بنی اسرائیل
سے نکل کر دوسری قوم میں منتقل ہونے کو تھی اور اس دوسری قوم سے
ان کے بھائی بنی اسماعیل مراد تھے۔

ایک موقع پر جب لوگوں نے آپ کو کچھ دن اور قیام کرنے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا:

مجھے اور بھی شہروں میں خداوند کی بادشاہی (حکومت الٰہیہ یا آمد رسول موعود) کی خوشخبری سُنانا ضرور ہے کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔ (لوقا ۴۳:۴)

اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ واقعی ملاکی ۱:۳ کے مطابق رسولِ موعود کے پیشرو ہو کر آئے تھے اور ان کا مشن یہی تھا کہ وہ رسول موعود کی آمد کا بالتصریح اعلان کر دیں اور لوگوں کے دلوں کو اس طرف ایک مرتبہ پھر متوجہ کر دیں (دیکھئے باب ۵، ملاکیؑ۔ کتاب ہٰذا)

ی

جب لوگ انتظار کی صبر آزما مدّت کی شکایت کرتے تو آپ فرماتے ہے۔

وقت پورا ہو گیا اور خدا (رسول موعود) کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ توبہ کرو اور خوشخبری پر ایمان لاؤ۔ (مرقس ۱:۱۵)

ایک مرتبہ ایک عورت سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا۔

اے عورت میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یروشلم میں (یعنی رسول موعود

ان دونوں جگہوں کے علاوہ تیسرے مقام سے ظہور فرمائے گا۔

(یوحنا ۲۱ : ۴)

کبھی اپنے حوارین کو اس طرح ہدایت فرمائی۔

جب تم دعا کرو تو کہو اے باپ (رسول موعود) تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہی آئے۔ (لوقا ۲۰ : ۱۱)

کبھی اپنے متبعین پر خلافت الٰہیہ کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا:۔

اس لئے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے .... بلکہ تم پہلے بادشاہی اور اس کی راستبازی (یعنی اس کے صدیق علیؑ یا ملک صدق) کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی۔

(متی ۳۳ ۔ ۳۱ : ۶)

خود جناب عیسیٰؑ امتِ رسولِ موعود میں شامل ہونے کے کس قدر مشتاق تھے، فرماتے ہیں:۔

لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے (بیعت کرنا ہے) جب تک وہ نہ ہولے میں بہت ہی تنگ رہوں گا۔ (لوقا ۵۰ : ۱۲)

ایک جگہ فرمایا:۔

جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اس نے

بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ آپ اپنے آپ میں زندگی رکھے بلکہ اُسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا اس لئے کہ وہ آدم زاد بھی ہے۔ (یوحنا ۵:۲۶)

یعنی جس طرح تاجِ شفاعت باپ (رسول موعود) کے سر پہ ہے تاکہ وہ لوگوں کو زندہ جاوید بنا دے (نجات دلائے) اسی طرح اس نے اپنی نسل کو بھی شفاعت کا عہدہ دیا۔ نیز اُسے زمین پر اولی الامر، حاکم یا خلیفہ بھی مقرر کیا تاکہ وہ عدالت کرے۔

ایک مرتبہ بنی اسرائیل نے جناب عیسیٰ سے کہا کہ ہم برگزیدہ قوم ہیں لہٰذا رسول موعود ہم ہی میں سے داؤد کی نسل سے ہوگا اس پر آنحضرت نے فرمایا:۔

مسیح کو (رسول موعود کو) کس طرح داؤد کا بیٹا کہتے ہیں۔ داؤد تو زبور (۱۱۰:۱) میں آپ کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میرے داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کردوں" [یعنی رسول موعود نے اپنے بھائی علی سے فرمایا کہ تو کارِ رسالت میں میری مدد کو تیار ہو جا میں کفر کا سر کچل کر تجھے تمام مومنین کا امام، اپنا خلیفہ اور وزیر بنا دوں گا][36]

(جناب عیسیٰ فرماتے ہیں) پس داؤد تو اسے (رسول موعود کو) خداوند

---

[36] یاد کیجئے آیۂ "وانذر عشیرتک الاقربین" جس موقع پر رسول و علی کے مابین یہ معاہدہ ہوا تھا۔

کہتا ہے پھر وہ اس کا بیٹا (یا اس کی نسل میں) کیونکر ٹھہرا۔ (لوقا ۴۱:۲۰)

• مطلب یہ کہ رسول موعود بنی اسرائیل میں نہیں پیدا ہوگا بلکہ بنی اسماعیل میں جیسا کہ جناب موسیٰ کی معرفت بتایا جا چکا ہے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ الفاظ مسیح نے خود کو مخاطب کر کے کہے تھے کہ میں داؤد کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ معاذ اللہ خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ مانا کہ جناب عیسیٰؑ کا کوئی باپ نہ تھا لیکن ماں تو تھی اور یہ ماں، داؤد کی نسل سے تھیں۔ لہذا اگر یہ خیال صحیح ہے تو مخاطب فوراً اعتراض کر دیتا کہ حضور والد کی طرف سے نہ سہی ماں کی طرف سے تو داؤد کی نسل سے ہیں۔

۶

جب حضرت عیسیٰؑ کو اپنی نبوت کے لیے ایک صدیق کی ضرورت پڑی تو یہ نہیں فرمایا کہ میرے حواریین یا شاگردوں سے پوچھ لو وہ تصدیق کر دیں گے کہ میں سچا نبی ہوں، بلکہ فرمایا۔

اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں (یعنی صرف میرا دعویٰ نبوت قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا) ایک اور ہے جو میری گواہی دیتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ میری گواہی جو وہ دیتا ہے وہ سچی ہے۔ (یوحنا ۳۱:۵)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ واقعہ کی تصدیق چشم دید گواہ ہی کر سکتا ہے اور اسی کی گواہی سچی بھی ہوتی ہے اس صورت میں جناب عیسیٰ کی نبوت (یا دیگر انبیاء کی نبوت) کی تصدیق وہی تو کرے گا جس کے سامنے اُن کو بارگاہِ احدیت سے عہدۂ نبوت عطا کیا گیا ہو۔ اور ایسی ہستی وہی ہو سکتی ہے جو باعثِ خلقت موجودات عالم ہو اور جس کے سامنے یہ سب کارخانۂ عالم سجایا گیا ہو یعنی رسول موعود۔ پس جناب عیسیٰؑ کا منشا اس کہنے سے یہ تھا کہ رسول موعود ہی میری نبوت کی تصدیق فرمائیں گے۔ چنانچہ قرآن نے دنیا کو جناب عیسیٰ کی حقیقی شان سے روشناس کرایا اور ان کی نبوت کی تصدیق کر دی ورنہ دنیا تو گمراہ ہو ہی چکی تھی کچھ تو اُن کی مخالفت میں اور کچھ ان کی محبت میں اور ان کو معاذ اللہ ابن اللہ اور نہ معلوم کیا کیا سمجھ رہی تھی۔

جب حضرت عیسیٰؑ کے انتقال کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے اپنے حوارین و تابعین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (اصل عبرانی لفظ PAREGIETE ہے جس کا ترجمہ مددگار کر لیا گیا ہے جبکہ اس کا معرب فارقلیط بمعنی حمد و تعریف کرنے والا یعنی احمدؐ ہے)

تمھارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمھارے
پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ، اور راستبازی اور عدالت
کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔[۳۷]........ لیکن

---

۳۷ ان الفاظ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ رسول موعود جب مبعوث
برسالت ہو گا تو اس وقت لوگوں کی اخلاقی حالت اس قدر گر چکی ہو گی کہ وہ گناہ
کو گناہ نہ سمجھیں گے اور راستبازی اور عدالت (یعنی حق و انصاف) کا جوہر
فنا ہو چکا ہو گا اس وقت رسول موعود آکر دنیا کو گناہ، راستبازی اور عدالت
کے بارے میں صحیح تعلیم سے روشناس کرے گا۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصول دین میں سے توحید اور نبوت
کا تخیل تو یقینی طور پر لوگوں میں باقی رہ جائے گا۔ لیکن بوجہ زیادتی گناہ اور
گمراہی، قیامت اور عدالت (عدل الٰہی) کا عقیدہ تقریباً فنا ہو چکے گا۔
اُس وقت رسولِ موعود آکر ان ہر دو اصول دین کو گویا از سر نو قائم کرے گا۔
رہی راستبازی (یعنی اقرارِ ملک صدق، دیکھئے زبور ۳-۱:۴۳ اور
متی ۳۳-۳۱:۶) تو یہ تمھارے لئے ایک بالکل ہی نئی چیز ہو گی۔ وجہ
یہ کہ اس وقت تک خلافت انبیاء پر انبیاء ہی فائز ہوتے رہے ہیں۔
لہٰذا صرف اقرار نبوت ہی کافی ہو جاتا ہے۔ لیکن جب رسول موعود

جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا (یعنی ہر بات جو اس کے منہ سے نکلے گی وہ وحی الٰہی ہوگی "وما ینطق عن الھویٰ......") اور تمھیں آئندہ کی خبریں دیگا اور میرا جلال ظاہر کرے گا (یعنی میری حقیقی شان سے دنیا کو روشناس کرائے گا)۔ (یوحنا ۱۴-۷: ۱۶)

دوبارہ کہا:

میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار

بسلسلۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ:-

آئے گا تو عہدۂ نبوت ختم ہو جائے گا۔ اُس وقت ملک صدق، نائب رسول اور حکومت الٰہیہ کے نگراں یا امام کی حیثیت سے مقرر کیا جائے گا۔ اس طرح اصول دین میں علاوہ اقرار توحید، عدل، نبوت اور قیامت کے ایک اصل "اقرار امامت" کا اضافہ ہو جائے گا۔ جس کے بغیر تکمیل دین نہ سمجھی جائے گی۔ اور اس کے منکر دین رسول موعود میں قصوروار ٹھہریں گے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب تک امام کا تقرر نہ ہوگیا، خدا کی طرف سے دین اسلام کو تکمیل کی سند نہیں ملی۔

(فارقلیط یعنی احمدؐ) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (جس کی شریعت دائمی ہوگی یا جس کی ذریت بحیثیت امام کے رہتی دنیا تک باقی رہے گی) یعنی روح حق (سید الصادقین) جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی (جسے بذریعہ اجماع الکثریا انتخاب کے حاصل نہیں کیا جاسکتا)۔ (یوحنا ۱۶ : ۱۴)

آخر میں فرمایا۔

اس کے بعد اب تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا (یعنی میرے جانے کا زمانہ قریب آگیا ہے) کیونکہ دنیا کا سردار (شاہ کونین) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یعنی اُس کی مثل کمالات مجھ میں نہیں ہیں)۔ (یوحنا ۳۰ : ۱۴)

:

بائبل کے بیان کے مطابق جب جناب عیسیٰؑ کو مصلوب کیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنی اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ (متی ۴۶ : ۲۷)

اب جناب عیسیٰؑ کی شان کو دیکھتے ہوئے نہ تو عیسائی ہی کہہ سکتے ہیں اور نہ مسلمان کہ جناب عیسیٰؑ کو کسی وقت بھی یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ میں حق

پر نہیں ہوں اور خدا میرا ساتھ چھوڑ دے گا۔ ایسے الفاظ جناب عیسیٰؑ کی زبان سے جاری ہونا، معاذ اللہ ان کی بد اعتقادی کو ظاہر کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ایلی ایلی سے ان کی مُراد خدائے قادر مطلق سے نہ تھی بلکہ اُسی علیؑ سے جو شروع ہی سے بنی اسرائیل کا کیا بلکہ تمام عالم کا مربی تھا اور وہ آڑے وقت میں اپنے پکارنے والے کے کام آتا رہا (خروج ۲۱-۲۰ : ۲۳ و یسعیاہ ۱۰-۹ : ۵۱ وغیرہ)۔ چنانچہ جناب عیسیٰؑ اُسی علیؑ کو پکارتے ہیں کہ تو نے ہمیشہ ہر مشکل میں بنی اسرائیل کی بر وقت مشکل کشائی کی ہے۔ پھر آخر میری مدد کو تو اُس وقت تک کیوں نہیں پہنچا۔ کیا مرضیِ مولا یہی ہے کہ میں صلیب ہی پر جان دے دوں؟

یہ ہمارا اپنا ہی خیال نہیں ہے کہ ایلی ایلی سے خدائے قادر مطلق مُراد نہ تھا بلکہ علی تھا، بلکہ اُس وقت جو لوگ وہاں موجود تھے اُنھوں نے بھی جناب عیسیٰ کے ان الفاظ کا یہی مطلب سمجھا تھا جیسا کہ لکھا ہے۔

جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بعض نے سن کر کہا کہ یہ ایلیاہ کو پکارتا ہے۔ (متی ۴۸ : ۲۷ و مرقس ۳۵ : ۱۵)

اب سوال یہ ہے کہ پھر علی نے جناب عیسیٰؑ کی مشکل کشائی کی یا نہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ہاں کی۔ یقیناً وہ وقت غیرت اسد اللّٰہی کے جوش میں آجانے کا تھا کیوں کہ ان لوگوں میں سے کچھ نے طنزاً

کہا تھا:۔

ٹھہر جاؤ دیکھیں تو ایلیا[۳۸] اوسے بچانے آتا ہے یا نہیں۔

(متی ۲۷: ۴۹)

بائبل کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ مصلوب کیے گئے تو زمین کو لرزہ آگیا، چٹانیں تڑک گئیں، قبریں کھل گئیں، فلک پر اندھیرا چھا گیا، سورج کی روشنی جاتی رہی اور لوگوں نے سمجھا کہ شام ہو گئی۔

---

۳۸ حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبہ میں (جس کو شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے ینابیع المودۃ میں تمام وکمال درج کر دیا ہے) صاف طور سے کہا ہے کہ میں ہی انجیل کا ایلیا اور زبور کا اریا ہوں نیز یہ کہ موسیٰ کو ساحران فرعون پر فتح دلانے والا بھی میں ہی تھا وغیرہ وغیرہ۔ یہ پورا خطبہ حسب ذیل ہے۔

"علماء کے نزدیک اسانید صحیحہ کے ذریعہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے کوفہ میں منبر پر یہ خطبہ ادا فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وثنا ہے واسطے اُس خدائے بزرگ و برتر کے جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور ان کو پہاڑوں سے مضبوط کیا، چشمے جاری کیے، ہوائیں چلائیں اور آندھیوں کو اپنے حکم میں

چونکہ یہ دن سبت سے ایک دن قبل تھا اور بنی اسرائیل میں یہ قانون تھا کہ سبت کے دن لاشیں صلیب پر نہ رہیں کیونکہ سبت

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔

رکھا۔ جس نے آسمانوں کو ستاروں سے مزین کیا اور افلاک کو ایک قرینہ و نظام کے ساتھ چلایا، جس نے سورج و چاند و ستاروں اور سیاروں کے لئے منازل مقرر کئے۔ بادلوں کو پیدا کر کے اپنے زیر حکم رکھا۔ کالی راتوں کو لانے والا، پھر ان کو منور کرنے والا۔ اجسام کو پیدا کر کے پھر ان کو محدث و مقرر کرنے والا، زمانے کو قائم کرنے والا، امور کو لانے والا، جانداروں کے رزقوں کا ضامن اور ان کا تدبیر کرنے والا۔ مردہ زمینوں کو زندہ کرنے والا۔ میں اس کی نعمتوں کا اور اُن کی افراط کا شکر ادا کرتا ہوں اور ان مہربانیوں اور ان کے تواتر پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ صرف وہی ایک خدا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ ایسی شہادت ہے جو اس کے کہنے والے کو سلامتی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھتی ہے۔

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ نبی برحق خاتم النبیین اور

خاص دن تھا (یوحنا ۱۳ : ۱۹) لہذا لوگوں کو جلدی ہوئی کہ عیسیٰؑ کی لاش کو سبت کا دن شروع ہونے سے پہلے پہلے صلیب سے اتار لیا جائے۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ان کے فخر ہیں۔ ایسا رسول جس نے اپنی دعوت کو غالب کیا۔ اور پھیلایا اور اپنی اُس اُمت کو پہنچایا جو بُت پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی پس اُنھوں نے اپنی نصیحت میں مُبالغہ کیا، نور کے جھنڈے بلند کیئے اور ہدایت کے لئے منبر بچھائے اور قرآن کے معجزے سے شیطان کی دعوت کو محو کر دیا۔ عرب کے گمراہوں اور کافروں کو نیست و نابود کر دیا یہاں تک کہ ان کی دعوتِ حق و شریعت مطہرہ جاری ہو گئی۔

اے لوگو خبردار ہو جاؤ عنقریب وقت آگیا ہے، لوگوں کی خواہشیں مختلف ہو گئیں، دعوے جاری ہو گئے، زمین کو زلزلہ آیا، لوگوں کے قرض ضائع ہو گئے، امانت رائیگاں ہو گئی۔ خیانت ظاہر ہو گئی۔ جھوٹے مدعیان کھڑے ہو گئے، اشقیا آ گئے، کمینے آگے بڑھ گئے۔ نیک لوگ پیچھے رہ گئے۔ لوگوں نے قرآن کے ساتھ دھوکا کیا، اس کی غلط تاویلیں کیں۔ اب اسرار ضائع ہو رہے ہیں۔ آزاد آدمیوں کی عزت و ناموس برباد ہو رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خراسان خراب

اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو گمان ہو ہی گیا تھا کہ دن ختم ہو کر سبت کا وقت شروع ہو گیا ہے پس یوسف نامی ایک شخص نے (جو بقول یوحنا ۱۹ : ۳۸ جناب عیسیٰ کا شاگرد یا اصحاب خاص میں سے تھا اور تقیہ کئے ہوئے تھا) موقع سے فائدہ اٹھایا اور پیلاطس گورنر

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

ہونے والا ہے۔ پس قلعے گرائے جائیں گے اور عراق میں خون کی نہریں بہیں گی۔ افسوس، افسوس۔ پھر آپ نے دائیں اور بائیں نظر کی اور ایک گہرا سانس لیا۔

اس وقت سعد بن نوفل الہلالی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین یہ واقعات آپ نے کیونکر معلوم کر لئے کیا آپ وہاں موجود تھے۔

اس پر حضرت علیؑ نے غیض سے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ تجھے رونے والیاں روئیں کیا تو مجھ کو نہیں جانتا میں ایک بھید ہوں بھیدوں میں سے۔ ایک نور کا درخت ہوں۔ آسمانوں کا رہبر ہوں۔ میں اوپر چلنے والوں اور تیرنے والوں کے ساتھ ہوں میں جبرئیل کا دوست اور میکائیل کا ہم نشین ہوں، میں آسمانوں سے اس طرح مانوس ہوں جس طرح سمندر آگ سے مانوس ہوتا ہے۔

یروشلم کے پاس پہنچا اور عیسیٰ کی لاش کو اس کی اجازت سے صلیب پر سے اُتار لایا۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔

میں محافظ الواح ہوں۔ اندھیری راتوں کا قطب ہوں۔ میں ہی بیت معمور ہوں۔ میں ہی بادلوں کا آراستہ کرنے والا ہوں۔ میں نہایت سخت تاریک راتوں کا نور ہوں۔ تاریکیوں کو روشن کرنے والا اور پستیوں کو اُبھارنے والا ہوں۔ حُجّتِ خدا ہوں۔ میں خلائق کا رہنما ہوں۔ میں۔ اور اُن کو راہِ راست پر چلانے والا ہوں۔ میں متشابہات کی صحیح تاویل کرنے والا ہوں۔ میں انجیل کی تفسیر کرنے والا ہوں۔ میں آلِ عبا میں سے ایک ہوں۔ میں عطا کرنے والا ہوں ہزاروں کا، یا جمع اور کامل کرنے والا ہوں ہزاروں کا، میں رجال الاعراف ہوں جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ میں سِرِّ ابراہیمؑ ہوں۔ میں ہی وہ اژدہا ہوں جس سے موسیٰؑ نے اپنے حریفوں پر فتح پائی تھی۔ میں اولیاؤں کا ولی ہوں۔ میں انبیاء کے علوم کا وارث ہوں۔ میں زبور کا اریا ہوں۔ حجاب الغفور ہوں۔ میں منتخب کردہ خدا کا ہوں۔ میں انجیل کا ایلیا ہوں۔ میں شدید القوٰی ہوں، میں لوائے حمد کا حامل ہوں۔

یہ چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ گو شدید زخمی تھے لیکن اُس وقت تک مرے نہیں تھے کیونکہ سپاہیوں نے اس زمانے کے دستور کے مطابق اُن کی ہڈیاں بھی نہیں توڑی تھیں جس سے یہ یقین ہو جایا کرتا تھا کہ آدمی مر گیا۔ بلکہ صرف بھالے سے جب ایک جگہ چھیدا گیا تو جناب

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

میں محشر میں جمع ہونے والوں کا امام ہوں۔ میں ساقیٔ کوثر ہوں، میں قسیم النار والجنۃ ہوں۔ میں دین کا سردار ہوں۔ میں متقین کا امام ہوں۔ میں رسول مختار کا وارث ہوں۔ میں کافروں کی بیخ و بُن اُکھاڑنے والا ہوں۔ میں نیک اماموں کا باپ ہوں۔ میں درِ خیبر کا اُکھاڑنے والا ہوں۔ میں جنگ احزاب میں کافروں کے گروہوں کو منتشر کرنے والا ہوں۔ میں قیمتی جوہر ہوں۔ میں باب مدینہ علم نبی ہوں۔ میں اصول دین کی تفسیر کرنے والا ہوں۔ میں مشکلات کو حل کرنے والا ہوں۔ میں نون والقلم ہوں۔ میں تاریکیوں کو روشن کرنے والا ہوں۔ میں سوال منی ہوں۔ میں ممدوح ہل اتیٰ ہوں۔ میں ہی وہ بناءِ عظیم ہوں جس کا قرآن شریف میں ہے۔ میں ہی صراطِ مستقیم ہوں۔ میں صدف حقیقت کا موتی ہوں۔ میں کوہِ متانت ہوں میں حروف کا بھید ہوں۔ میں مکانوں کا نور ہوں۔ میں جبل راسخ ہوں میں امور غیب کی مفتاح ہوں اور دلوں کو روشن کرنے والا ہوں۔ میں ارواح کا نور ہوں۔ میں بہادر کرار ہوں۔ میں دوستوں کی

عیسیٰ کے جسم سے خون بہہ نکلا۔ لہٰذا یہ شک جاتا ہے کہ وہ اس وقت تک مرے نہیں تھے بلکہ زندہ تھے۔ ادھر اندھیرے نے لوگوں کو شبہ

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

نصرت کرنے والا ہوں۔ میں سیف مسلول ہوں۔ میں شہید مقبول ہوں۔ میں جامع القرآن ہوں۔ میں قرآن کی تفسیر ہوں میں رسولِ خدا کا ہم نفس ہوں۔ میں شوہر بتول ہوں۔ میں اسلام کا عمود ہوں۔ میں بتوں کا توڑنے والا ہوں۔ میں اذن داعیہ کا مقصد ہوں۔ میں جنوں کا قاتل ہوں اور قرآن کا صالح المومنین ہوں۔ میں فلاح پانے والوں کا امام ہوں۔ میں جواں مردوں کا سالار ہوں میں نبوت کے اسرار کا خزانہ ہوں۔ میں ازمنہ سابقہ کے واقعات کا جاننے والا ہوں۔ میں آخری امتوں کے واقعات سے واقف ہوں۔ میں قطب الاقطاب ہوں میں دوستوں کا مددگار ہوں۔ مہدیٔ زماں ہوں۔ عیسیٰ دوراں ہوں بخدا میں وجہ اللہ ہوں۔ واللہ میں شیرِ خدا ہوں۔ عرب کا سردار ہوں مصیبتوں کا دور کرنے والا ہوں میں وہ ہوں جس کے حق میں لافتیٰ کہا گیا۔ میری شان میں رسولِ خدا نے انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کہا۔ میں شیر غالب علیؑ ابن ابیطالب ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ وہ شخص جس نے اعتراض کیا تھا ایک چیخ مار کر گر پڑا اور مر گیا۔ پھر جناب امیر نے اپنے کلام سابقہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

میں ڈال ہی دیا تھا اور اس طرح ان کے شاگرد یوسف کو موقع مل گیا تھا کہ وہ جناب عیسیٰ کو اس جگہ سے نکال لے جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ساری تعریف ہے اس خدا کی جس نے روحوں کو پیدا کیا اور اُمتوں کو قائم کیا۔ اور صلوٰۃ ہے اسم اعظم، نور اقدم جناب محمد مصطفیٰ پر۔ پھر فرمایا پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ تم مجھ کو نہ پاؤ۔ میں آسمانوں کے راستوں سے بہ نسبت زمین کے راستوں کے زیادہ واقف ہوں۔ میرے اندر علوم بے شمار بحر ذخار کی طرح موجیں مار رہے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ علماء و حکما آپ سے اخذ علم علم کرتے ہیں اور اولیاء و اصفیاء آپ کے قدم چومتے ہیں۔ (یا) یہی وجہ ہے کہ علماء و حکماء آپ کی طرف بڑھے اور اولیاء و اصفیاءٔ نے آپ کے قدم چومے۔ اور اسم اعظم کی قسم دلا کر عرض کیا کہ آپ اپنا کلام پورا کریں۔

پس آپ نے فرمایا، کہ جب یہ حال ہو جائے گا تو علمِ محمدیہ کا اُٹھانے والا ظاہر ہوگا اور دولت و سلطنت احمدیہ کا قائم کرنے

اور وہ بچ گئے۔ جناب عیسیٰ کے زخمی جسم کو خاص طور پر ایک ایسی قبر میں رکھا گیا جو بالکل نئی تھی یعنی جسے ایک خاص مقصد کے لئے تیار

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

والا ظاہر ہوگا۔ جو زمین کو سنبھالے گا اور سنت و فرض کو زندہ کریگا۔

پھر فرمایا اے وہ شخص جو میری شان سے واقف نہیں ہے اور میرے حال سے غافل ہے معلوم کر کہ میرے قلب میں اسرار و عجائب و آثار بے شمار موجزن ہیں۔ میں نے پردوں کو چاک کر دیا ہے۔ عجیب باتوں کو ظاہر کیا ہے۔ غیب کے خزانے کھول دئے ہیں۔ دل کے اسرار کی باریکیاں ظاہر کر دی ہیں۔ میں نے لطائف و معارف جمع کئے ہیں۔ رموز بے شمار میرے پاس ہیں۔ پس خوشی ہے اس کے لئے جو اس کلام کے حبل المتین سے تمسک کرتا ہے۔ اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ کیونکہ وہ واقف ہو جاتا ہے کتب مسطور کے معانی سے۔ اور داخل ہو جاتا ہے بیت معمور میں۔

پھر آپ نے اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

میں نے علوم الاولین جمع کر لئے ہیں اور علوم آخرین کا ضامن ہوں میرے پاس حادث و قدیم کے راز اور اسرار ہیں۔ اور میں

کیا گیا تھا۔

دوسرے روز جناب مریمؑ، والدہ ماجدہ جناب عیسیٰؑ، قبر کے اندر[۳۹]

---

[۳۹] جناب مریمؑ کا قبر میں اُتر کر اندر پہنچنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہاں حضرت عیسیٰؑ ایک خاص مقصد کے لئے رکھے گئے تھے اور وہ مرے نہیں تھے۔ ورنہ مُردے کی قبر کو اُکھاڑنا اور اُس کے اندر داخل ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ہر ایک قوی کے اوپر قوی تر ہوں۔ اور ایسا علیم ہوں جس نے تمام عالموں کے اوپر احاطہ کر لیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اتنی کروں کہ ستر اونٹوں کے بوجھ کی کتابیں اس سے لکھی جائیں۔

پھر فرمایا۔ ق والقرآن المجید کلمات خفیات الاسرار اور عبارت ہے بڑے آثار عظیم کی۔ اور چشمے ہیں دلوں کے اسرار کے۔ چراغ ہیں غیب کے بھیدوں کے، مثل چمکنے والے ستاروں کے۔ یہ عقول کی آخری حد ہیں۔ علوم حکمت کے آغاز ہیں۔ کتاب کھولتا ہے اور یہ جواب پاتا ہے کہ اے ابوالعباس (یعنی علی ابن ابی طالبؑ)

گئیں تو جناب عیسٰیؑ اچھے ہو چکے تھے۔ اُنھوں نے اپنی ماں سے ملاقات بھی کی اور ایک خاص جگہ شاگردوں سے ملاقات کے لئے مقرر کی۔ چنانچہ اسی دن شام کے وقت شاگرد اس خفیہ مقام پر اکٹھے ہوئے اور جبکہ دروازے بند تھے عیسٰیؑ نے خود کو ان شاگردوں پر ظاہر کیا۔ جب کچھ لوگوں کو شک ہوا کہ یہ مسیح کی روح ہے یا وہ خود زندہ وسلامت

بسلسلۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

تم امام الناس ہو۔ پاک و پاکیزہ ہے وہ جو زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور ملکوں کو ان کے گھروں تک دیکھتا ہے۔ اور یہ بڑی عزیز و حکیم کی مقرر کی ہوئی تقدیر ہے۔
راوی کہتا ہے کہ یہ آخری کلام نورانی تھا جو میں نے سُنا اور اس کو ضبط تحریر میں لایا۔

ینابیع المودۃ باب ۷۸.....

مندرجہ بالا خطبے سے ہمارے اس بیان کی قطعی طور سے تائید ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؑ ہی مربّیٔ عالم ہیں اور یہ کہ آپ ہی ہر آڑے وقت میں انبیائے بنی اسرائیل و دیگر طالب امداد اشخاص کی مشکل کشائی کرتے رہے ہیں۔

موجود ہیں تو جناب عیسیٰؑ نے اپنے ہاتھوں اور پسلیوں کو دکھایا تب جا کر اُن کو یقین آیا کہ جناب عیسیٰؑ واقعی زندہ اور صحیح و سلامت ہیں۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تدبیر اور اسکیم سے مخصوص شاگرد ہی واقف تھے۔

حوارین میں سے ایک شخص توما بھی تھا۔ وہ اس وقت اتفاق سے موجود نہ تھا۔ اس نے اس واقعہ یعنی مسیح کو زندہ و صحیح و سالم ماننے سے انکار کر دیا۔ لہذا آٹھ دن بعد اس سے بھی جناب عیسیٰؑ کی ایک ایسے ہی خفیہ مقام پر ملاقات کرائی گئی۔ اور اس نے بذات خود اپنی انگلی اور ہاتھ عیسیٰؑ کی پسلیوں میں ڈال کر اپنا اطمینان کیا کہ واقعی حضرت عیسیٰؑ زندہ اور صحیح و سالم بچ گئے ہیں۔

اس طرح جناب علیؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی بھی مشکل کشائی کی۔

واقعۂ صلیب کے بعد غیبت صغریٰ کے دوران جناب عیسیٰؑ اپنے شاگردوں سے خفیہ طور پر ملتے رہے۔ اس عرصہ میں اُنھوں نے اپنے حوارین کو ضروری ہدایات دیں۔ چنانچہ آپ نے حوارین سے یاد دہانی کی کہ تم ان تمام بنی اسرائیل کے پاس جا کر خلافت الٰہیہ یا آمد رسول موعود کی بشارت دے آنا جن تک میں نہیں پہونچ سکا ہوں۔

اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک

آگئی ہے۔ (متی ۷ : ۱۰)

اور یہ کہ :-

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر سکو گے کہ ابن آدم (رسول موعود) آجائے گا۔ (متی ۲۳ : ۱۰)

آپ نے شمعون پطرس سے خاص طور پر مخاطب ہو کر پہلی مرتبہ کہا، "میرے برے چرا" دوسری مرتبہ کہا "میری بھیڑوں (بنی اسرائیل) کی گلہ بانی کر" اور تیسری بار کہا "میری بھیڑیں چرا" یعنی بنی اسرائیل ہی میں اپنی تبلیغ محدود رکھنا، غیر قوموں میں نہ جانا۔ لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے جناب عیسیٰؑ کی اس آخری وصیت کو پورا نہ کیا اور صریح نافرمانی کر کے غیر قوموں میں بھی تبلیغ شروع کر دی۔

(ان تمام واقعات کی تفصیل کے لئے یوحنا باب ۱۹ الغایتہ باب ۲۱ کا بغور مطالعہ فرمائیے)۔

اس کے بعد جناب عیسیٰؑ نے اپنی دوبارہ آمد کے متعلق فرمایا کہ۔

میں جاتا ہوں تاکہ تمھارے لئے جگہ تیار کروں اور اگر میں جا کر تمھارے لئے جگہ تیار کروں تو پھر آکر تمھیں اپنے ساتھ لے لوں گا۔

(یوحنا ۳ : ۱۴)

پھر فرمایا۔

تم مجھے اُس وقت تک ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے
مبارک ہے وہ جو خداوند (رسول موعود) کے نام سے آتا ہے۔

(لوقا ۳۵ : ۱۳)

رسول موعود کے نام سے آنے والے سے مُراد جناب امام مہدیؑ آخر الزمان ہیں کیونکہ آپ کا نام رسُول خدا کے نام پر محمدؐ ہے اور آپ کی کنیت بھی رسول کی کنیت کے مطابق ابوالقاسم ہے۔ گویا جناب عیسیٰؑ نے صاف صاف بتا دیا کہ میری دنیا میں دوبارہ آمد اُس وقت تک نہ ہو گی جب تک کہ وہ ہمنام رسول موعود یعنی امام مہدی آخر الزمان کا ظہور نہ ہو جائے[نمبر ۴]۔

اس کے بعد جناب عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھا لئے گئے (لوقا ۵۱ : ۲۴) جیسا کہ

نمبر ۴ جناب عیسیٰؑ نے واقعہ صلیب سے ایک دن قبل فرمایا تھا۔

میں تم سے کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ اب کبھی نہ پیوں گا جب تک خدا (خدائے فیض وہدایت یعنی رسول موعود) کی بادشاہت نہ آلے۔

(لوقا ۱۸ : ۲۲)

یعنی جب تک رسولِ موعود نہ آئے اور حکومت الٰہیہ قائم نہ ہو جائے تب تک میں اس دنیا سے پرے ایسے مقام پر سکونت پذیر رہوں گا۔ جہاں مجھے ان دنیاوی چیزوں کی

حنوک بن یارد بن محلل ایل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم) کو خدا نے اُٹھا لیا تھا (پیدائش ۲۴:۵، عبرانیوں ۵:۱۱) یا با الفاظ دیگر جناب عیسٰیؑ کی غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اب آپ قریب قیامت پھر ظہور فرمائیں گے جیسا کہ آپ کی پیشین گوئیوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اُس وقت ہو گا جب قائم آل محمدؐ دنیا میں آ کر دوبارہ حکومت الٰہیہ یا اسلامی سلطنت قائم فرمائیں گے۔

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ضرورت نہ رہے گی۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں :۔

میں تم سے کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ پھر کبھی نہ پیوں گا، اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ (رسول موعود) کی بادشاہی (یعنی خلافت الٰہیہ یا اسلامی حکومت) میں نیا نہ پیوں۔ (متی ۲۶:۲۹)

یہ آیات بالکل صاف طور سے ظاہر کرتی ہیں کہ آپ بعد ظہور رسول مقبول دوران حکومت الٰہیہ پھر ایک مرتبہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ ہنوز زندہ ہیں اور جب جناب صاحب العصر امام مہدی آ کر حکومت الٰہیہ پھر قائم کریں گے تو جناب عیسٰیؑ ظہور فرمائیں گے۔

باب ہفتدہم

حوارین جناب عیسیٰ اور مبلغین مسیحیت

جیسا کہ ذکر ہوا جناب عیسیٰ کو چونکہ تبلیغ کا بہت کم وقت ملا تھا، لہذا آپ نے اپنے حوارین کو حکم دیدیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے بقیہ تمام شہروں میں جا کر آمد رسول موعود و حکومت الٰہیہ کی خوشخبری سنا دیں۔ حوارین نے حتی الوسع جناب عیسیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی، گو ان میں سے اکثر آگے چل کر جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے اور انہوں نے چند ذاتی مفاد کی خاطر توریت و انجیل کی حسب دلخواہ تاویل کرنا شروع کر دی۔

انھوں نے باوجود مسیح کی صراحت کے "خدا" سے بجائے "خدائے فیض و ہدایت یا رسول موعود" کے "خداوند قادر مطلق" اور "خدا کے بیٹے" سے بجائے "علی مرتضیٰ" کے جناب "عیسیٰ" کو مراد لیا جس کی وجہ سے تثلیث کا مسئلہ وجود میں آ گیا۔

یہ سب کچھ ہوا لیکن پھر بھی اُن کی تحریروں میں اب بھی بہت کچھ

موجود ہے جس سے ایک انسان بلا کسی خاص دشواری کے حقیقت سے روشناس ہو سکتا ہے بشرطیکہ الفاظ سے غلط معنی نہ لئے جائیں اور اور تفسیر بالرائے کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

تفصیل آگے آتی ہے۔

(۱)

یعقوب

آپ حواریٔ جنابِ عیسیٰ ہیں۔ آپ ایک خط میں (جو آج کل جزو انجیل بنا ہوا ہے) تحریر فرماتے ہیں۔

"پس اے بھائیو! خداوند (رسول موعود) کی آمد تک صبر کرو۔ دیکھو کسان زمین کی قیمتی پیداوار کے انتظار میں پہلے اور پچھلے مینہ کے برسنے تک صبر کرتا ہے۔ تم بھی صبر کرو اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھو (یعنی ناامید نہ ہو) کیونکہ خداوند (رسول موعود) کی آمد قریب ہے۔"

(یعقوب ۵: ۷-۹)

(۲)

پطرس

آپ ہی وہ حواری ہیں جنھوں نے سب سے پہلے باوجود مسیح کی صریح ممانعت کے غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ کی۔ لیکن پھر بھی رسول موعود کے متعلق ان کی تحریروں میں بھی حقیقت مل ہی جاتی ہے۔ چنانچہ جب قوم رسول موعود کا انتظار کرتے کرتے بددل ہونے لگی تو اپنے ایک خط میں تحریر کیا۔

اے عزیزو!......

تم ان باتوں کو جو پاک نبیوں نے پیشتر کیں اور خداوند منجی کے اس حکم کو یاد رکھو جو تمھارے رسولوں کی معرفت آیا تھا اور پہلے یہ جان لو کہ آخر دنوں میں ایسے ہنسی ٹھٹھا کرنے والے آئیں گے جو اپنی خواہش کے مطابق چلیں گے اور کہیں گے کہ اس کے (رسول موعود کے) آنے کا وعدہ کہاں گیا۔......... اے عزیزو! یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دن کے برابر۔ خداوند

اپنے وعدے میں دیر نہیں کرتا جیسی دیر بعض لوگ سمجھتے ہیں
.... لیکن خداوند (رسول موعود) کا دن
چور کی طرح (اچانک بغیر اطلاع) آجائے گا ....
.........اور خدا کے اس دن آنے کا کیسا کچھ
منتظر اور مشتاق رہنا چاہیئے .... اس کے وعدے
کے مطابق ہم نئے آسمان اور نئی زمین (ایک نئی شریعت)
کا انتظار کرتے ہیں جس میں راستبازی بسی رہے گی (یعنی
اس کے بعد رہتی دنیا تک ملک صدق خود رہے گا یا اُس
کے قائم مقام آئمہ) ۔ (۲ - پطرس ۱۳-۱ : ۳)

(۳)

پولوس

یہ حوارین مسیح میں سے نہیں ہیں ۔ بلکہ پہلے یہ مسیحیت کے بہت
سخت مخالفین میں سے تھے اور عیسائیوں پر شروع شروع اُنھوں نے بہت
لرزہ خیز مظالم ڈھائے پھر بعد کو ایک خاص معجزے کی بناء پر عیسائی
مذہب اختیار کر لیا عیسائیت میں داخل ہونے کے بعد تو اُنہوں نے
اس قدر سرگرمی اور تندہی کا اظہار کیا کہ لوگ ان کی پرانی تاریخ ہی

بھول گئے اور یہ عزت و عظمت کے لحاظ سے حوارین عیسیٰ سے اگر زیادہ نہیں سمجھے گئے تو کم بھی نہیں رہے۔ چنانچہ حوارین عیسیٰ کی طرح ان کی تحریریں اور خطوط بھی آج جزو بائبل بنے ہوئے ہیں پطرس کی طرح انھوں نے بھی غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ کی جس کا تذکرہ اس سے قبل کیا جا چکا ہے۔

آپ نے کرنتھیوں کے نام جو پہلا خط لکھا اس میں تحریر کیا ہے خلیفہ رسول، یا نگرانِ حکومت الٰہیہ، امام و اولی الامر کو کن کن عیبوں سے پاک ہونا چاہیئے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی کے وارث (خلیفہ یا امام) نہ ہوں گے۔ فریب نہ کھاؤ نہ حرام کار خدا کی بادشاہی کے وارث ہوں گے، نہ بت پرست، نہ زنا کار، نہ لونڈے باز، نہ چور، نہ لالچی۔ نہ شرابی، نہ گالیاں بکنے والے، نہ ظالم۔

(۱۔ کرنتھیوں ۶:۹۔۱۱)

مطلب یہ کہ اگر کوئی مدعی امامت یا خلافت ان عیبوں میں سے ایک کا بھی حامل ہو یا رہا ہو (کیونکہ اس میں زمانے کی قید نہیں ہے) تو سمجھ لینا کہ وہ جھوٹا ہے۔ ایسا شخص ہرگز امام یا خلیفہ

نہیں ہو سکتا۔[۱۸۱]

اس لمبی چوڑی فہرست کو دیکھ لینے کے بعد بھی اگر دنیا اصلی امام اور نقلی امام میں شناخت نہ کر سکے تو سوائے بد قسمتی کے اور کیا کہا جائے۔

اسی خط میں پولوس موصوف ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

پس جب تک خداوند (رسول موعود) نہ آئے وقت سے پہلے کسی بات کا فیصلہ نہ کرو۔ (یعنی قیاس آرائیوں کو دخل نہ دو۔ جب وہ نبی آئے گا تو ہم خود ہی جان لیں گے کہ وہ دراصل رسول موعود ہے یا نہیں کیونکہ اگر وہ مندرجہ بالا عیبوں سے بری ہے اور دعویٰ نبوت کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ نبی موعود ہے اور اس کا دعویٰ غلط نہیں ہو سکتا، ورنہ نہیں)

وہی تاریکی کی پوشیدہ باتیں روشن کرے گا اور دلوں کے منصوبے ظاہر کرے گا۔ اور اس وقت ہر ایک کی تعریف

---

[۱۸۱] قرآن نے ایک نہایت ہی جامع جملے کے ذریعہ اس مفہوم کو ادا کر دیا ہے کہ لاینال عہد الظالمین میرا عہدہ (خلافت حکومت الٰہیہ) ہرگز ظالموں کو نہیں پہونچے گا۔

خدا کی طرف سے ہو گی (یعنی ہر مومن محبوب خدا ہو گا اور وحی الٰہی کے ذریعہ اس کی تعریف ہو گی)۔

(۱-کرنتھیوں ۵:۴)

(۴)

یوحنا[۴۲]

جناب عیسیٰؑ کے حوارین میں سب سے زیادہ طویل عمر آپ ہی نے پائی ہے۔ آپ نہایت ہی نیک نفس اور پاک باطن بزرگ گذرے ہیں۔ بائبل کے بیان کے مطابق جناب عیسیٰؑ اپنے جملہ حواریوں میں سب سے زیادہ آپ ہی کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نیز جناب عیسیٰؑ کو آپ پر اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ آپ نے واقعۂ صلیب سے قبل اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریم

---

[۴۲] یہ یوحنا حواری جناب عیسیٰؑ ہیں۔ ایک یوحنا نبی بھی ہوئے ہیں جو جناب عیسیٰؑ کے ہم عصر تھے جن کا تذکرہ اس کتاب کے شروع میں آیا ہے۔

کی کفالت و نگرانی انہیں کے سپرد فرمائی تھی۔[۴۳]

آپ تقریباً سو سال زندہ رہے اور اس طرح آپ کو تبلیغ کا کافی موقع ملا۔ ایک خط میں آپ نے تحریر فرمایا:

جو کوئی بیٹے (شاگرد یا داماد رسول موعود یعنی علی) کا انکار کرتا ہے اس کے پاس باپ بھی نہیں (یعنی جو امامت علی کا منکر ہے وہ درحقیقت رسول اسلام کی نبوت کا منکر ہے اور اس کا ایمان صحیح نہیں اور سے منافق سمجھنا چاہئے)[۴۴] لیکن جو بیٹے کا اقرار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی ہے (یعنی منکر امامت علی ہی حقیقی معنوں میں مسلم ہے)۔ (یوحنا ۲۳ : ۲)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

---

۴۳ تفصیل کے لئے بالترتیب مندرجہ ذیل عبارتیں پڑھئے:۔

یوحنا ۲۷-۲۵:۱۹، ۲۳:۱۲، ۲۴-۲۰:۲۱۔

---

۴۴ آپ کو یاد ہوگا کہ جناب رسالتمآبؐ نے بھی نبوت و امامت کو من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کہہ کر لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ اور یوحنا کی یہ عبارت بھی اسی مفہوم کی حامل ہے۔

اور خدا کی گواہی یہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کے حق میں گواہی دی (خدائے فیض و ہدایت یعنی رسول موعود نے اپنے شاگرد و داماد کے متعلق فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا یہ علی بھی مولا ہے)۔

جو خدا کے بیٹے پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے آپ میں گواہی رکھتا ہے (یعنی جو علیؑ کو اپنا مولا یا امام جانتا ہے وہ سچا اور ہدایت یافتہ ہے)۔ جس نے (درباب امامت علی) خدا (رسول موعود) کا یقین نہیں کیا اُس نے اُسے (رسول موعود کو) جھوٹا ٹھہرایا کیونکہ وہ اس گواہی پر جو خدا نے اپنے بیٹے کے حق میں دی ایمان نہیں لایا۔ اور وہ گواہی یہ ہے کہ خدا نے ہمیشہ کی زندگی بخشی (یعنی ہمیشہ قائم رہنے والی ہدایت بخشی یا ابد تک موجود رہنے والے اماموںؑ کا سلسلہ قائم کر دیا) اور یہ زندگی (ہدایت) اس کے بیٹے (نسل) میں ہے۔

جس کے پاس بیٹا ہے اُس کے پاس زندگی (ہدایت) ہے اور جس کے پاس خدا کا بیٹا نہیں اُس کے پاس زندگی بھی نہیں (یعنی امامت علیؑ کا منکر ضالین اور گمراہوں میں سے ہے)۔ (یوحنا ۱۲-۹:۵)

جناب یوحنا کی جملہ پیشین گوئیاں کتاب مکاشفہ میں درج ہیں۔ اس کتاب مکاشفہ کی عبارت کو پڑھنے اور اس پر غور کرنے سے بہت سے رموز و اسرار واضح ہوتے ہیں۔ موصوف کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ نے آپ کو تمام آئندہ پیش آنے والے واقعات سے مطلع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کتاب مکاشفہ کی ابتدا ہی یوں کرتے ہیں:۔

یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا کی طرف سے اس لئے ہوا کہ اپنے بندے کو وہ باتیں دکھلائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے اور اسے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت انھیں اپنے بندہ یوحنا پر ظاہر کیا۔ (مکاشفہ ۱:۱)

اس مکاشفہ میں یوحنا نے ایک مقام پر بیان کیا ہے کہ سات فرشتوں کو نرسنگے دئے گئے (مکاشفہ ۸:۱) اور باری باری ان فرشتوں نے نرسنگے پھونکنے شروع کئے۔ اور ہر نرسنگے کے پھونکنے پر کچھ علامات نمودار ہوئے۔ جب چھٹواں نرسنگا پھونکا گیا تو یوحنا نے سات گرجدار آوازیں سُنیں۔ اس پر اُنھوں نے (یوحنا نے) لکھنے کا ارادہ کیا، تو آسمان سے آواز آئی۔

جو باتیں گرج کی ان سات آوازوں سے سُنی ہیں اُن کو

پوشیدہ رکھ اور تحریر نہ کر......... بلکہ ساتویں فرشتے کی آواز دینے کے زمانے میں جب وہ نرسنگا پھونکنے کو ہوگا، تو خدا کا پوشیدہ مطلب اس خوشخبری کے موافق جو اس نے اپنے نبیوں کو دی تھیں (یعنی آمد رسول موعود کے متعلق) پورا ہوگا۔ (مکاشفہ ۷-۴: ۱۰)

اس جگہ صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ جو خوشخبری مختلف انبیاء کی معرفت (رسول موعود کے متعلق) سنائی گئی تھی وہ قریب وقوع کے ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ ساتواں فرشتہ نرسنگا پھونکنے کو ہوگا۔

ذرا سا غور کرنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس مکاشفہ میں ہر صدی کے واقعات کو ایک فرشتہ کے نرسنگا پھونکنے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ساتویں فرشتہ کے نرسنگا پھونکنے سے کچھ قبل یعنی جب ساتویں صدی شروع ہونے کو چند ہی سال باقی رہ گئے تھے کہ فخر المرسلین والانبیاء جناب محمد مصطفٰےؐ عالم ظہور میں تشریف لائے۔[۴۵]

---

[۴۵] رسول اسلام کی پیدائش باسعادت ۵۷۱ء میں ہوئی جبکہ ساتویں صدی شروع ہونے میں صرف تیس سال باقی رہ گئے تھے اور اگر قمری

مکاشفہ باب ۱۲ میں ہے:۔

پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا یعنی ایک عورت

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔

حساب سے صدی کا شمار کیا جائے (جیسا کہ ۳۵۰ء تک شمار ہوتا رہا تھا) تو ساتویں صدی کے شروع ہونے میں صرف ۱۲، ۱۳ سال ہی باقی رہ گئے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں تقریباً ۶۱۱ء میں آپ مبعوث برسالت ہوئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰؑ نے یوحنا موصوف کو معتبر رازدار سمجھ کر رسول موعود کی تاریخ پیدائش تک بتا دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب چھٹے فرشتے نے نرسنگا پھونکا تو آپ نے ان واقعات کو لکھنے کا ارادہ کیا لیکن مشیتِ ایزدی میں تو ان واقعات کو بعثت سے دکھانا منظور تھا اور یا اس وجہ سے کہ جب ساتواں نرسنگا پھونکا جانے کو ہوگا (ساتویں صدی شروع ہونے کو ہوگی) تب سے واقعات قلمبند کرنے کی ضرورت ہے، یوحنا کو لکھنے سے روک دیا گیا (مکاشفہ ۷-۴:۱۰) اور چھٹی صدی کے اختتام سے جب ساتویں صدی کی ابتدا ہونے کو تھی، واقعات کو تحریر کرنے کی ہدایت کی گئی کیونکہ اصل واقعات تو درحقیقت چھٹی صدی کے اختتام کے قریب ہی ظہور پذیر ہوئے۔

نظر آئی جو آفتاب اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر اور وہ حاملہ تھی اور دردزہ میں چلاتی تھی۔

پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا یعنی ایک بڑا لال اژدہا۔ اس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اُس کے سروں پر سات تاج اور اس کی دم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دئے۔ ...... (مکاشفہ ۱۲ : ۱-۴)

اس بیان سے دو گروہوں کا پتہ چلا۔ اوّل گروہ مربیٔ عالم کیونکہ سورج، چاند اور ستارے مربیٔ عالم شمار کئے جاتے ہیں اور انھیں سے نظامِ شمسی چل رہا ہے۔ اور یہ کہ یہ گروہ چودہ کسی اجزاء یا افراد پر مشتمل ہے، ایک سورج ایک چاند اور بارہ ستارے۔

دوسرا گروہ تباہ کنندۂ عالم ہے کیونکہ اژدہا ہر ذی حیات کو کھا جانے والا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی صفت لال بتائی گئی ہے جو خونخواری اور خوں آشامی کی دلیل ہے۔ اس موذی گروہ میں ۱۷ اکسر نفر شامل ہیں۔ سات سازشی اور دس ظالم اور فتنہ پرداز جو ان کے مقاصد کی تکمیل کرنیوالے تھے۔ اس گروہ شیطانی کے آخری افراد نے بارہ ستاروں کی تہائی یعنی چار ستارے (یا نورانی سردار) زمین پر گرا دئے یعنی اُن کو شہید کر دیا۔

اور یہ تمام واقعات بموجب مکاشفہ چھٹی صدی کے بالکل آخری حصہ اور ساتویں صدی میں رونما ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب علامات ساتویں فرشتے کے نرسنگا پھونکنے کے وقت نمودار ہوئے ہیں۔

ان سب امور کو ذہن کے سامنے رکھنے سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ تاریخِ اسلام ہے جو ان تشبیہات اور استعاروں میں بیان کی جارہی ہے۔ یہ چودہ رہبیانِ عالم رسولِ اسلام جناب محمد مصطفیٰؐ، ان کی پیاری بیٹی جناب فاطمہؑ اور بارہ آئمہ معصومینؑ ہی ہیں اور وہ ۷ اظالمین

۴۶؎ ہارون کے لئے خداوند عالم کی جانب سے جو لباس تجویز ہوا تھا اس میں کندھوں پر بطور بلّے کے سنگِ سلیمانی کے دو ٹکڑے بھی آویزاں تھے جن کے متعلق حکم تھا کہ۔

تو دو سلیمانی پتھر لے کر اُن پر اسرائیل کے بیٹوں کے نام کندہ کرانا۔ ان میں سے چھ نام تو ایک پتھر پر اور باقیوں کے چھ نام دوسرے پتھر پر ان کی پیدائش کی ترتیب کے موافق ہوں۔ (خروج ۲۸: ۹-۱۰)

اسرائیل سے یہاں مُراد حضرت یعقوب ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے بیٹوں میں ایک بلکہ پہلوٹھا روبن وہ شخص ہے جس نے اپنی ماں کے ساتھ

اس دور کے بادشاہ [۴۷] (بنی اُمیہ وغیرہم ہیں جن کو اژدہے اور اس کے سر و سینگ سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

اگر اس کے آگے عبارت آپ ذرا غور سے پڑھیں گے تو پورے واقعات اسلامی سلسلہ وار نظر کے سامنے آتے جائیں گے۔ شیطان لعین کا اپنے حوارین و تابعین (بنی اُمیہ) کی مدد سے خاندان رسالت اور اسلام

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

زنا کیا اور دوسرے بیٹے یہوداہ نے اپنی حقیقی بہو تمر سے زنا کیا۔ علاوہ اس کے جناب یوسفؑ سے حسد رکھنے والے اور ان کو ستانے والے حضرت یعقوبؑ کے یہی فرزند تو تھے (پیدائش باب ۳۷)۔ لہٰذا یعقوبؑ کے فرزند یقیناً وہ مقدس ہستیاں نہیں ہو سکتیں جن کے نام ہارون کے اس مخصوص لباس کی زینت بنیں جس کے لئے حکم تھا کہ ہارون اُسے خدمت یعنی عبادت الٰہی کے وقت پہنا کرے۔ یقیناً یہاں اسرائیل کے بیٹے کے الفاظ بطور استعارہ استعمال کئے گئے ہیں اور ان سے مراد ابنائے رسول موعود یعنی بارہ آئمہ معصوم ہی مراد ہیں۔

---

[۴۷] مکاشفہ ۱۷: ۹-۱۱ سے واضح ہوتا ہے کہ اژدہے کے سات سر اور دس سینگ سے ۱۷ بادشاہ مراد ہیں۔ مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔

کو زک پہنچانے کی کوشش کرنا، اسلام کا غلبہ اور کفر کا دب جانا، اور پھر دوبارہ اسلام کے بھیس میں اس کا قوت پکڑنا، واقعہ کربلا کا دل سوز منظر، یزید کا دورِ حکومت، شیعیان حسینؑ و فدائیان اسلام کی صداقت، عبدالملک بن مروان بن حکم کے مظالم کے تذکرے اور حکومتِ بنی اُمیہ کا انجام اس قدر مفصل اور خوبی سے دیا گیا ہے کہ معمولی توجہ سے حقیقت واضح اور صداقت اسلام ظاہر ہو جاتی ہے۔

ذیل میں ہم پوری عبارت جو مکاشفہ باب ۱۲ و باب ۱۳ میں ہے کالم اوّل میں نقل کر کے، کالم دوم میں اس کا مفہوم بتائیں گے تاکہ ناظرین ہمارے مندرجہ بالا بیان کی تصدیق باسانی کر سکیں۔

اصل عبارت مکاشفہ	مفہوم
۱۲ ب ۱- پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا یعنی ایک عورت [۴۸] نظر آئی	آخر کار ایک خاندان دکھایا گیا جس پر آفتاب رسالتماب محیط ہونے

[۴۸] عورت سے خاندان یا بانیِ خاندان ہی مراد ہو سکتا ہے۔ یہاں خاندان سے خاندان رسالتماب ہی سمجھا جائے گا۔ ہم نے ایک جگہ عورت سے خود ذات جناب رسالتماب کو بھی مراد لیا ہے کیونکہ اکثر محاورہ میں مکان سے مکین اور خاندان سے اہلِ خاندان یا بزرگ خاندان بھی سمجھا جاتا ہے۔

جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اس کے سر پہ

۲- وہ عورت حاملہ تھی اور دردِ زہ میں چلاتی تھی اور بچہ جننے کی تکلیف میں تھی۔

۳- پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا یعنی ایک بڑا لال اژدہا اس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اس کے سروں پر سات تاج۔

۴- اور اس کی دم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دیئے۔

کو تھا اور نورِ ماہتاب زہرا مستور تھا اور بارہ آئمہ معصومین اولی الامر یا حاکم وقت ہونے کو تھے۔

اس خاندان میں ایک بچہ (معصوم جناب رسالتمآبؐ) پیدا ہونے کو تھا یعنی زمانہ بعثت قریب آ گیا تھا۔

یکایک اسی وقت شیطان نے بھی اپنا سر نکالا جس کی نسل یا تابعین میں ۷ بادشاہ ہونے کو تھے (مکاشفہ باب ۱۲ آیۃ ۹-۱۱)

ان حامیان شیطان (۷ بادشاہوں) میں بارہ کی تہائی یعنی چار آئمہ نورانی کو شہید کرنے والے ہیں۔

۴۹ ان بادشاہوں میں سے چار آئمہ کے قاتل حسب ذیل ہیں۔

(۱) معاویہ۔ قاتلِ امام حسنؑ ہے (۲) یزید۔ قاتل امام حسینؑ ہے۔

(۳) ولید بن عبد الملک۔ قاتل امام زین العابدینؑ ہے۔

(۴) ہشام بن عبد الملک قاتل امام محمد باقرؑ ہے۔

۵۔ اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جا کھڑا ہوا جو بچہ جننے کو تھی تاکہ جب وہ بچہ جنے تو اس کے بچے کو نگل جائے۔

۶۔ اور وہ بیٹا جنی جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کرے گا۔ اور اس کا بچہ یکایک خدا اور اس کے تخت کے پاس پہنچا دیا گیا۔

۷۔ اور وہ عورت اس بیابان کو بھاگ گئی جہاں خدا کی طرف سے اس کے لئے ایک جگہ تیار کی گئی تھی تاکہ وہاں ۱۲۶۰ دن تک اس کی پرورش کی جائے۔

شیطان لعین اس انتظار میں رہا کہ جیسے ہی رسول موعود مبعوث برسالت ہوں تو ان کو ختم کر دے۔

اور جناب محمد مبعوث برسالت ہوئے جن کی شریعت میں (بخلاف شریعت عیسوی) جہاد کا حکم تھا اور جو تمام قوموں کے لئے نبی بن کر آیا تھا۔ خداوند عالم نے محمد کو حفاظت کی غرض سے خاندان ایلیا یعنی ابوطالب کی نگرانی میں دے دیا۔

بزرگ خاندان یعنی جناب ابوطالب نے زمانہ کی مخدوش فضا کو دیکھتے ہوئے جناب رسولخدا کو شہر مکہ کے باہر ایک گھاٹی جو شعیب ابوطالب کے نام سے موسوم تھی منتقل کر دیا۔ اور وہ ۳½ سال وہاں رہ کر جناب رسالت مآب

۸- پھر آسمان پر لڑائی ہوئی میکائیل اور اس کے فرشتے اژدہا سے لڑنے کو نکلے اور اژدہا اور اس کے فرشتے ان سے لڑے۔

۹- لیکن غالب نہ آئے اور اس کے بعد ان کے لئے آسمان پر جگہ نہ رہی۔

۱۰- اور وہ اژدہا یعنی وہی پرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور سارے جہان کو گمراہ کر دیتا ہے زمین پر گرا دیا گیا۔

۱۱- پھر میں نے آسمان پر سے یہ بڑی آواز آتی سنی کہ اب ہمارے خدا کی نجات اور بادشاہی اور اس کے مسیح کا اختیار ظاہر ہوا۔ کیونکہ ہمارے بھائیوں پر الزام لگانے والا جو رات دن ہمارے خدا کے آگے الزام لگایا کرتا ہے گرا دیا گیا۔

کی حفاظت کرتے رہے۔

جناب ابوطالب اور چند دیگر اشخاص خاندان بنی ہاشم اور کفار قریش میں (جو شیطان کے تابعین تھے) بڑا سخت مقابلہ رہا۔

مگر کفار کو کامیابی نہ ہوئی اور ان کی رسائی محمدؐ تک نہ ہو سکی۔

اور اس طرح شیطان لعین اور اس کے رفقائے کار، کفار قریش ذلیل ہوئے۔

اور اب وقت آگیا کہ جناب رسالت مآبؐ کھلم کھلا تبلیغ اسلام کر سکیں تاکہ تمام لوگوں کو نجات کا راستہ و ہدایت مل جائے کیونکہ اب جناب ابوطالب کی پیہم کوششوں سے کفار کی ہمت پست ہو چکی تھی۔

۱۲۔ اور وہ برّے کے خون اور اپنی گواہی
کے کلام کے باعث اس پر غالب آئے
اور انہوں نے اپنی جان کو عزیز نہ سمجھا۔
یہاں تک کہ موت بھی گوارا کی۔

۱۳۔ پس اے آسمانوں اور ان کے
رہنے والو خوشی مناؤ اور اے خشکی
اور تری تم پر افسوس کیونکہ ابلیس بڑے
قہر میں تمہارے پاس اتر کر آیا ہے
اس لئے کہ جانتا ہے کہ میرا تھوڑا ہی سا
وقت باقی ہے۔

جناب ابوطالب اپنی بیش بہا قربانیوں
اور ایمان کی مضبوطی کے باعث اپنے مشن
(یعنی حفاظت رسول میں) کامیاب رہے ہیں۔
انھوں نے اس کام میں جان تک
کی بازی لگا دی اور سختی کے ساتھ
حفاظت رسول آخر دم تک کرتے
رہے یہاں تک کہ وہ (ابوطالب)
راہیِ فردوس ہوئے۔

اب بنی ہاشم اور جناب رسولخدا تو
ان دن رات کی ایذاؤں سے تھوڑی سی
نجات پا گئے لیکن جب شیطان ملعون نے
دیکھا کہ وہ رسولخدا کے مقابلہ میں ناکام رہا
تو اس کا غصہ غریب نومسلموں پر ہونے
لگا اور اس نے اپنا آخری داؤں چلنے کا
مصمم ارادہ کر لیا کیونکہ اس نے دیکھ لیا
کہ اب یہ آخری موقع ہے، شاید اس طرح
اسلام کو پھیلنے سے روکا جا سکے۔

۱۴- اور جب اژدہا نے دیکھا کہ میں زمین میں گرا دیا گیا تو اس عورت کو ستایا جو بیٹا جنی تھی۔

۱۵- اور اس عورت کے بڑے عقاب کے ڈو پر دئے گئے تاکہ سانپ کے سامنے سے اڑ کر بیابان میں اپنی اس جگہ پہنچ جائے جہاں ایک زمانہ اور زمانوں اور آدھے زمانے تک اس کی پرورش کی جائے گی۔

۱۶- اور سانپ نے اس عورت کے

نیز شیطان ملعون نے اپنی توہین و تذلیل سے کھسیانا ہو کر (بعد وفات جناب ابوطالب) بانی اسلام کو ختم کرنے کی ایک آخری کوشش اور کی۔

ادھر قدرت خداوندی نے بہ یک وقت دو مستحکم انتظام کئے۔ ایک تو مکہ میں علیؑ کو تیار کیا کہ وہ بستر رسولؐ پر سو رہیں اور دوسری جانب مدینہ والوں کی ایک جماعت کو آمادہ کیا کہ وہ رسالتمآبؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دیں تاکہ آپؐ کا نبی نرغۂ کفار سے نکل کر مقام محفوظ پر پہنچ جائے۔ چنانچہ اس طرح جناب رسالتمآبؐ مکہ سے نکل کر غار ثور میں پناہ گزین ہوئے جہاں وہ ۳½ دن قیام پذیر رہ کر وارد مدینہ ہوئے۔

شیطان نے زچ ہو کر کفار کو لڑائی

پیچھے اپنے منہ سے ندی کی طرح پانی بہایا تاکہ اس کو ندی سے بہا دے۔

۱۶۔ مگر زمین نے اس عورت کی مدد کی اور اپنا منہ کھو کر اس ندی کو پی لیا جو اژدہے نے اپنے منہ سے بہائی تھی۔

۱۸۔ اور اژدہے کو عورت پر بڑا غصہ آیا اور اس کی باقی اولاد سے جو خدا کے حکموں پر عمل کرتی ہے اور یسوع کی گواہی دینے پر قائم ہے لڑنے کو گیا۔

کے لئے ور غلایا اور جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کرا دیا تاکہ خاندان رسالتمآب (یا اسلام) اس سیلاب کی نذر ہو کر فنا ہو جائے۔

لیکن سرزمین یثرب (مدینہ) کے مومنین نے ان کی مدد کی اور ہر معرکہ میں جم کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ کفر مغلوب ہوا اور یہ فساد ختم ہوا۔

شیطان اپنا دل مسوس کر رہ گیا اور اس نے اب اہل بیت اطہار سے جو خدا کے فرماں بردار اور شریعت اسلام کے محافظ تھے بدلہ لینے کی ٹھانی۔

۱۳ب ۱۔ اور سمندر کی ریت پر جا کھڑا ہوا اور میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نکلتے دیکھا اس کے

اور اُس نے (شیطان نے) مقابلہ کی غرض سے ایک دوسرا قلعہ تیار کیا گو اس کی بنیاد سمندر کے ریت کی

دس سینگ اور سات سر تھے اور
اس کے سینگوں پر دس تاج اور
اس کے سروں پر کفر کے نام لکھے
ہوئے تھے۔

۲۔ اور جو حیوان میں نے دیکھا
اس کی شکل تیندوے کی سی تھی اور
پاؤں ریچھ کے سے اور منہ ببر کے سا
اور اس اژدہے نے اپنا تخت اور
اختیار اسے دے دیا۔

طرح ناپائیدار تھی۔ اس نئے فتنہ
شیطانی میں (معاویہ سے مراد ہے)
دس ظالم اور سات مشورہ دینے
والے یا سازش کرنے والے شریک تھے۔
اور وہ دس ظالم صاحب شوکت و
حشمت بھی تھے اور وہ سات شیطانی
تدابیر سوچنے والے پورے کافر تو
نہ تھے مگر سروں میں کفر بھرا تھا یعنی
منافق تھے۔

یہ حیوان (معاویہ) تیندوے کی
طرح مکار تھا کیونکہ تیندوے کی
مکاری ضرب المثل ہے) اور اس کی
تدابیر اور چالیں پوشیدہ ہوتی تھیں۔
وہ نہایت خونخوار تھا شیطان نے
اپنا مطلب نکالنے کے اور مقصد پورا
کرنے کے لئے اس کی کامیابی میں
پورا زور صرف کر دیا۔

۳- اور میں نے اس کے سروں میں ایک پر گویا زخم کاری لگا ہوا دیکھا۔ مگر اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے ہو لی۔

جنگ صفین میں اس فتنۂ معاویہ پر ایک ضرب کاری لگی اور قریب تھا کہ اس فتنہ کا مکمل استیصال ہو جائے کہ یکایک پانسہ پلٹا اور تقرر حکمین اور عمر عاص کی مکاری کی وجہ سے وہ فتنہ اس ضرب کاری کے اثرات سے بچ نکلا۔ اور معاویہ کی حکومت میں جان آگئی۔ پھر کیا تھا دنیا والوں اور ابنائے وقت کی بن آئی اور اس فتنہ میں مبتلا ہو کر انہوں نے معاویہ کی بیعت کر لی۔

۴- اور چونکہ اژدہا نے اپنا اختیار اس حیوان کو دے دیا تھا اس لئے انہوں نے اژدہا کی پرستش کی اور اس حیوان کی بھی یہ کہہ کر پرستش کی کہ اس حیوان کی مانند کون ہے؟ کون اس سے لڑ سکتا ہے؟

اور چونکہ اسے (معاویہ کو) شیطان کی پوری تائید تھی لہذا لوگوں نے بطالت کی خوب ہی پیروی کی اور اس حیوان (معاویہ) کا بول بالا ہو گیا اور کسی کو تاب مقابلہ نہ رہی۔

۵- اور بڑے بول بولنے اور
کفر بکنے کے لئے اسے ایک منہ دیا
گیا- اور اسے ۴۲ مہینہ تک کام
کرنے کا اختیار دیا گیا-

اس حیوان (معاویہ) کو اسلام
اور اسلام (اہلِ بیت) پر اعلانیہ
مظالم توڑنے کے لئے ایک منہ
دیا گیا (یعنی یزید اس کا لڑکا سریر
آرائے سلطنت ہوا) جو ۴۲ ماہ یعنی
۳½ سال تک حکومت کرتا رہا-
جس میں وہ پوری مطلق العنانی کے
کے ساتھ اہل بیت پر ظلم کرتا رہا-

۶- اور اس نے خدا کی نسبت
کفر بکنے کے لئے منہ کھولا اس کے
نام اور اس کے خیمہ یعنی آسمان
کے رہنے والوں کی نسبت کفر بکے-

اور اس نے خدا (ایلی یا علی)
پر سب جاری کی اور اہل کساء پر
تبرا کیا-

۷- اور اسے یہ اختیار دیا گیا
کہ مقدسوں سے لڑے اور ان پر
غالب آئے اور اسے ہر قبیلہ اور
امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار
دیا گیا-

اس (یزید پلید نے) حسینؑ اور
ان کے مقدس اصحاب سے کربلا
میں جنگ کی اور بظاہر غلبہ حاصل
کرلیا اور تمام عرب و عجم اس کے
زیر اثر آگئے [دوسرا مطلب یہ بھی

متن	تشریح
	ہو سکتا ہے کہ اس نے اصحاب حسینؑ کو جس میں کئی قبائل اور مختلف مذہب و ملت کے لوگ آکر شامل ہو گئے تھے اور جنھوں نے اسلام قبول کر کے جس کی مدد کی تھی، کربلا میں شہید کرا دیا]
۸۔ اور زمین کے سب رہنے والے جن کے نام اُس برہ (نوٹ ۵) کی کتاب حیات میں لکھے نہیں گئے جو	تمام دنیا والوں نے یزید کی بیعت کر لی (چنانچہ آج دنیا کی تمام قوموں اور ملت والوں میں ظلم کا

نوٹ ۵ برہ سے صرف حسینؑ شہید ہی مراد ہو سکتے ہیں اور ہیں، نہ کہ جناب عیسیٰؑ جیسا کہ عیسائی حضرات دنیا کو باور کرانا چاہتے ہیں۔ وجہ یہ کہ آگے چل کر برہ کے لیے تحریر ہے کہ "جو بنائے عالم کے وقت سے ذبح ہوا ہے" اور جناب عیسیٰؑ (بقول بائبل) مصلوب ہوئے ہیں نہ کہ ذبح۔

[نوٹ:۔ انگریزی میں بھی اس جگہ SLAIN استعمال ہوا ہے نہ کہ CRUCIFIED]

نیز مکاشفہ ۶:۵ میں بھی ہے" اور میں نے اس تخت اور چاروں

بنائے عالم کے وقت سے فتح ہوا ہے اس حیوان کی پرستش کریں گے۔

دور دورہ ہے گو وہ اپنے منہ سے خود کو یزید کا پیرو نہ کہتے ہیں) سوائے ان لوگوں کے جو حسینؑ شہید کے ماننے والے تھے، اُس حسینؑ کے جو روز ازل ہی سے ذبیح قرار پا چکا تھا (نیز آئندہ بھی یزید اور بنی امیہ کی پھیلائی ہوئی گمراہی سے صرف حسینی ہی بچے رہیں گے کیونکہ پیشین گوئی ہذا میں مستقبل کا صیغہ استعمال ہوا ہے)

بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

جانداروں اور ان بزرگوں کے بیچ میں گویا ذبح کیا ہوا ایک برہ کھڑا دیکھا" یہاں بھی ذبح کیا ہوا برہ لکھا ہے نہ کہ مصلوب۔ اور مصلوب اور مذبوح میں بڑا فرق ہے۔ یہ حضرات دنیا کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ایسی ہی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ کچھ مقام پر عبارتیں بھی بدل دیں مگر قدرت کا ہاتھ بھی زبردست ہے دو ایک جگہ چند الفاظ ایسے لکھے رہ گئے کہ جن سے حقیقت حال اب بھی

۹- جس کے کان ہو وہ سنے۔	یہ زمانہ شیعان حسینؑ اور اہل بیت
۱۰- جس کو قید ہونے والی ہے	اطہار کے امتحان کا زمانہ تھا ان میں
وہ قید میں پڑے گا۔ جو کوئی تلوار سے	سے بہت سے قید ہوئے اور بہت سے

بسلسلۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ:۔

سمجھ لی جاتی ہے۔ مثلاً ان دونوں مقاموں پر برہ کے ساتھ "ذبح کیا ہوا" لکھا رہ گیا جس کی وجہ سے حسینؑ کی شخصیت فوراً پہچان لی جاتی ہے۔ اسی طرح کتاب پیدائش ۲:۲۲ اور ۲۲:۱۶ میں گو شخصیت بدلنے کے لئے بجائے اسمٰعیلؑ کے اسحاقؑ لکھ دیا مگر لفظ "اکلوتا" محو کرنا بھول گئے۔ چنانچہ اس ایک ہی لفظ نے سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہاں تحریف کی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ سے تیرہ سال بڑے تھے تو جناب اسحٰقؑ تو اکلوتے کہلا ہی نہیں سکتے ہاں حضرت اسمٰعیلؑ کو تیرہ سال تک جب تک حضرت اسحاقؑ پیدا نہ ہوئے ضرور اکلوتا کہا جاتا رہا۔ [عبرانیوں ۱۱:۷ میں بھی اکلوتا لکھا ہے]۔

سچ ہے جھوٹ کے پیر کہاں۔ بھلا قدرت سے جنگ کر کے بھی کوئی جیت سکا ہے۔ برہ کے متعلق ہم نے فٹ نوٹ ۲۳ میں مکمل بحث کی ہے ناظرین اسے بھی ایک مرتبہ غور سے پڑھ لیں۔

قتل کرے گا وہ ضرور قتل کیا جائیگا
مقدسوں کے صبر اور ایمان کا یہی
موقع ہے۔

۱۱۔ پھر میں نے ایک حیوان کو
زمین سے نکلتے ہوئے دیکھا اس کے
برّہ کے سے دو سینگ تھے اور
اژدہے کی طرح بولتا تھا۔

۱۲۔ اور یہ پہلے حیوان کا سارا
اختیار اس کے سامنے کام میں لاتا تھا
اور زمین اور اس کے رہنے والوں
سے اس پہلے حیوان کی پرستش کراتا
جس کا زخم اچھا ہو گیا تھا۔

۱۳۔ اور بڑے بڑے نشان
دکھاتا تھا یہاں تک کہ آدمیوں

تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے
لیکن اس ظلم کا بدلہ بھی ظالموں
کو ملنے والا تھا۔

پھر ایک شخص اور پیدا ہوا
جس کی جنگ جو طبیعت نے
بظاہر تو مسلمانوں کی شان و شوکت
کو بڑھایا اور دنیا کی نظروں میں مسلم
سلطنت کے حدود کو وسعت دی
مگر در اصل وہ تھا پورا شیطان اور
اسلام کا دشمن۔

پہلے حیوان (معاویہ) کی طرح
یہ بھی بادشاہ ہوا جس نے معاویہ
ہی کی پالیسی اختیار کی اور تمام
رعایا سے زبردستی منوایا کہ وہ
سیاست معاویہ کو بالکل جائز
سمجھیں یعنی سب یہ تسلیم کر لیں کہ
خلافت بنی امیہ جائز خلافت ہے اور

کے سامنے آسمان سے زمین پر آگ نازل کر دیتا تھا۔

۱۴۔ اور زمین کے رہنے والوں کو ان نشانوں کے سبب سے جن کے اس حیوان کے سامنے دکھانے کا اس کو اختیار دیا گیا تھا اس طرح گمراہ کرتا تھا کہ زمین کے رہنے والوں سے کہتا تھا کہ جس حیوان کے تلوار لگی تھی اور وہ زندہ ہو گیا تھا اس کا بت بناؤ۔

اس نے اس سلسلے میں رعایا پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے اور اپنی حکومت کے اثر سے کام لیکر وہ لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ سنت معاویہ کے فتنہ کو زندہ رکھیں اور اس مطلب کے لئے احادیث وضع کیں۔

۱۵۔ اور اسے اس حیوان کے بت میں روح پھونکنے کا اختیار دیا گیا تاکہ وہ حیوان کا بت بولے بھی اور جتنے لوگ اس حیوان کے بت کی پرستش نہ کریں ان کو قتل بھی کرائے۔

اور اس نے فتنہ (سنت معاویہ) کو از سر نو منظم طریقہ پر پھیلایا تاکہ وہ مومنین جو اس کے خلاف ہیں پہچان لئے جائیں اور قتل کرا دئے جائیں۔

۱۶۔ اور اس نے سب چھوٹے بڑے

اور اس نے تمام رعایا سے بیعت

دولت مندوں اور غریبوں اور
آزادوں اور غلاموں کے داہنے
ہاتھ یا ان کے ماتھے پر ایک ایک
چھاپ کرا دی۔

۱۷۔ تاکہ اس کے سوا جس پر
نشان یعنی اس حیوان کا نام یا
اس کے نام کا عدد ہو اور کوئی خرید
و فروخت نہ کر سکے۔

۱۸۔ حکمت کا یہ موقع ہے اور
جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد
گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے
اور اس کا عدد ۶۶۶ ہے۔

غلامی لی [اور اپنے گورنر حجاج بن
یوسف کے ذریعہ سے لوگوں کے
ہاتھوں اور گردنوں پر نشان لگوا دئے
تھے] اور مخالفین (یعنی جنھوں
نے بیعت نہیں کی) قید و بند میں
ڈالا تاکہ کوئی دیگر شخص آزاد رہ کر
حکومت کی پالیسی کے خلاف کوئی
پروپیگنڈہ نہ کر سکے۔

یہ شخص، خاندان بنی اُمیّہ کا بدترین
شخص "عبد[۷۶] الملک[۱۲۱] بن[۵۲] مروان[۲۹۷] بن[۵۲]
حکم[۶۸]" ہے جس کے نام کے اعداد
۶۶۶ ہوتے ہیں۔

توضیح مکاشفہ باب ۱۲، آیۃ ۳ میں لال اژدہے سے
شیطان یا ابلیس مراد ہے (دیکھو مکاشفہ باب ۱۲ آیۃ ۹)۔
اور اس لال اژدہے کے سر اور دس سینگوں سے مراد ۱۷ عدد بادشاہ
بادشاہ ہیں (دیکھو مکاشفہ باب ۱۷ آیات ۹ تا ۱۱)۔ نیز مکاشفہ ۴: ۱۲

کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ان ۱۷ عدد بادشاہوں میں، چار اماموں کے قاتل ہیں۔ نیز مکاشفہ باب ۱۷ آیات ۹ تا ۱۱ میں مزید پتہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان ۱۷ بادشاہوں میں سے آٹھواں ایک حیوان (یا بادشاہ) ہے جس کے نام کے اعداد ۶۶۶ ہوتے ہیں۔

اب جناب رسالتمآب کے بعد بادشاہوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے جو اہل بیت نبی (آئمہ اہل بیت) پر مظالم ڈھاتے رہے اور اُن کو قید و قتل کرتے رہے اور جن میں چار آئمہ اہل بیت کے قاتل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ابوبکر بن ابی قحافہ
۲۔ عمر بن الخطاب
۳۔ عثمان بن عفان
۴۔ معاویہ بن ابوسفیان
۵۔ یزید بن معاویہ
۶۔ معاویہ ثانی بن یزید
۷۔ مروان بن حکم
۸۔ عبدالملک بن مروان بن حکم
۹۔ ولید بن عبدالملک
۱۰۔ سلیمان بن عبدالملک
۱۱۔ عمر بن عبدالعزیز بن مروان
۱۲۔ یزید بن عبدالملک
۱۳۔ ہشام بن عبدالملک
۱۴۔ ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک
۱۵۔ یزید ثالث بن ولید بن عبدالملک
۱۶۔ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک
۱۷۔ مروان ثانی بن محمد بن مروان بن حکم

اس سلسلہ پر نظر ڈالیے "عبد الملک بن مروان بن حکم"
ٹھیک آٹھویں نمبر پر ہے۔ نیز ان ۱۷ بادشاہوں میں سے، چار
آئمہ معصومین کے قاتل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ معاویہ، قاتل جناب امام حسنؑ ہے۔

۲۔ یزید، قاتل جناب امام حسینؑ ہے۔

۳۔ ولید بن عبد الملک، قاتل جناب امام زین العابدینؑ ہے۔

۴۔ ہشام بن عبد الملک قاتل جناب امام محمد باقرؑ ہے۔

عبد الملک بن مروان بن حکم کی تین پشتیں اس وجہ سے شمار
کرائی گئیں کہ دنیا میں ایسی مثالیں تو ہیں جس میں دو شخصوں کے نام
اور ولدیت ایک ہی سے ہیں۔[۵۱] مگر ایسی مثال مشکل ہی سے ملے گی جس میں

---

۵۱ مثلاً علامہ استفرائینی اور امام غزالی دونوں کا نام "محمد بن محمد" ہے۔ علی ابن ابی طالب
بھی کئی شخص گذرے ہیں ایک علی ابن ابیطالب ابن مبارک نیشاپوری دوسرے علی ابن
ابی طالب ابن اسحاق مروزی، تیسرے علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی، چوتھے علی
ابن ابی طالب بن سلیمان رازی۔ پانچویں خود امیر المومنین علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب
ہاشمی وغیرہ وغیرہ۔ ایسی صورت میں صرف نام اور ولدیت پر اکتفا کر لینے سے اکثر بڑی بڑی تاریخی
غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ شرر کی ناول کی ہیروئن "سکینہ بنت حسین" ایسی غلطیوں میں سے
ایک زندہ مثال ہے۔ جو در اصل بنو امیہ کی ایک فرد ہے نہ کہ ہاشمی۔

کسی دو شخصوں کے نام کے ساتھ ان کے باپ اور دادا کے نام بھی ایک ہی سے ہوں ۔ اور نام ہوتا ہی اس لئے ہے کہ آدمی کو مشخص کر دیا جائے، لہذا قدرت نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ غلطی کا شائبہ بھی نہ رہے۔

ﷴ

حضرت یوحنا نے اسی طرح ایک جگہ اور اسلام اور رسولِ موعود کے متعلق پیشین گوئی درج کی ہے وہ بھی اسی مکاشفہ میں موجود ہے۔ اس پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں۔

ب ۲۱ :- ۱- پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی اور سمندر بھی نہ رہا۔	تمام حالات یکایک بدلتے نظر آئے اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں گویا ایک بالکل ہی نئی سرزمین (عرب) پر پہنچ گیا ہوں۔
۲- پھر میں نے شہر مقدس نئے یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اترتے دیکھا اور وہ اس دولہن کی مانند تھا جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو۔	اور دیکھا کہ ایک نئی شریعت الٰہیہ (شریعت اسلامیہ) نازل ہوئی ہے جو ہر قسم کی نیکیوں اور خوبیوں سے آراستہ تھی اور جو دیکھنے میں بھی بہت دل کش تھی۔

۳- پھر میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سُنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے اور وہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا اور وہ اس کے لوگ ہوں گے اور خدا آپ ان کے ساتھ رہے گا اور اُن کا خدا ہوگا۔

پردۂ غیب سے آواز آئی کہ دیکھ اب رسولِ موعود معہ اہل کسا کے زمین پر آتا ہے اور لوگوں کے درمیان رہے گا [ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقدس ہستیوں میں سے کسی نہ کسی کا وجود ہر زمانہ میں رہے گا] اور اور وہ اس کے مطیع ہوں گے اور رسول موعود ان کا آقا و رہبر ہوگا۔

۴- اور وہ اس کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا اس کے بعد نہ موت رہے گی اور نہ ماتم رہے گا، نہ آہ نہ نالہ، نہ درد، پہلی چیزیں جاتی رہیں گی۔

وہ رسول موعود اب اُمت کے لئے سکون قلب اور نجات کا باعث ہوگا اور مومنین کے تمام اگلے پچھلے گناہ دھل جائیں گے اور اُن سے بُرائی تمام بُرائیاں دور ہو جائیں گی۔

۵- اور جو تخت پر بیٹھا ہوا

پھر غیب سے آواز آئی کہ

تھا اُس نے کہا دیکھ میں سب
چیزوں کو نیا بنا دیتا ہوں پھر
اس نے کہا لکھ لے کیونکہ یہ باتیں
سچ اور برحق ہیں۔

۶۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا
کہ یہ باتیں پوری ہو گئیں۔ میں
الفا اور امیگا یعنی ابتدا اور انتہا
ہوں۔ میں پیاسے کو آبِ حیات
کے چشمے سے مفت پلاؤں گا۔

۷۔ جو غالب آئے وہی ان
چیزوں کا وارث ہوگا اور میں
اس کا خدا ہوں گا اور وہ میرا
بیٹا ہوگا۔

۸۔ مگر بزدلوں اور بے ایمانوں
اور گھنونے لوگوں اور خونیوں
اور حرامکاروں اور جادوگروں
اور بت پرستوں اور سب جھوٹوں کا

اے یوحنا یہ تمام باتیں سچ اور
برحق ہیں اور یہ سب وقوع پذیر
ہوں گی اور دنیا بالکل بدل دی
جائے گی۔

اے یوحنا یہ سب باتیں
منجانب خدائے حی ولایموت
مقدر ہو چکی ہیں۔ ہر طالبِ
نجات کو نجات کا راستہ بتایا
جائے گا۔

اور غالب کلِ غالب علی ابن
ابی طالب خلیفہ فی الارض ہوگا۔
میں اُس کا خدا اور وہ میرا
بندۂ خاص ہوگا۔

اور شریعت اسلامیہ میں بزدل
یعنی جہاد سے بھاگنے والے۔
بے ایمان بدکار وغیرہ وغیرہ
دوزخی ہیں۔

حصہ آگ اور گندھک سے جلنے والی جھیل میں ہوگا۔
۹- یہ دوسری موت ہے۔

جس وقت یہ سب وقوع پذیر ہوگا وہ عالم ہی دوسرا ہوگا۔ پچھلی شریعتیں منسوخ ہو جائے گی یا ان کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔

(مکاشفہ ۹-۱:۲۱)

یوحنا موصوف نے اسی مکاشفہ میں ایک اور مقام پر اسلام کا مزید تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

اور شہر مقدس نئے یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اُترتے دیکھا۔
(مکاشفہ ۲۱:۱۰)

زمانہ داؤد سے چونکہ یروشلم برابر شریعت کا گھر رہا ہے لہٰذا اس مناسبت سے نئے یروشلم سے نئی شریعت مُراد ہے۔ یہ نئی شریعت کیسی تھی موصوف لکھتے ہیں۔

اس میں خدا کا جلال تھا اس کی تعلیمات میں خدا کی حقیقی شان نظر آتی تھی) اور اس کی چمک نہایت قیمتی پتھر یعنی اس یشب کی سی تھی جو بلور کی طرح ہو (بلور اپنی

شفافیت میں صداقت کی مانند ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ وہ شریعت صداقت سے معمور ہے)۔ اس کی شہر پناہ بڑی اور بلند تھی (وہ ہر طرف سے محفوظ تھی اور گمراہی کو کہیں سے دخل نہ تھا)۔ اور اس کے بارہ دروازے تھے۔ اور دروازوں پر بارہ فرشتے تھے (یعنی بارہ مقدس اور فرشتہ صفت یعنی معصوم ہستیاں اس شریعت کی حفاظت پر مامور تھیں۔ نیز یہ کہ جو بھی اس شریعت کی تعلیمات سے مستفیض ہونا چاہے اُسے صرف ان ہی برگزیدہ ہستیوں سے رجوع کئے بغیر چارہ نہیں) اور ان پر بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے نام لکھے ہوئے تھے (اس شریعت کی رو سے آئمہ یا اولی الامر کی تعداد، نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق بارہ ہے)..........

......اور اس شہر کی پناہ کی بارہ بنیادیں تھیں اور اور ان پر برہ کے بارہ رسولوں کے بارہ نام تھے (یعنی سلسلہ، حسینی کے بارہ اماموں کے نام درج تھے۔ جو خود بھی شہید ہونے والے تھے)۔

اور جو مجھ سے کہہ رہا تھا اس کے پاس شہر اور

اس کے دروازوں اور اس کی شہر پناہ ناپنے کے لئے ایک پیمائش کا آلہ یعنی سونے کا گز تھا۔......... اور اس نے اس کی شہر پناہ کو آدمی کی یعنی فرشتے کی پیمائش کے مطابق ناپا تو ایک سو چوالیس ہاتھ نکلی (یعنی اس نئی شریعت کے محافظ ۲ ، فرشتہ خصلت انسانوں کے ۱۴۴ ہاتھ تھے۔ یہی تھے جنھوں نے کربلا میں اپنی جانیں نثار کر کے شریعت اسلامیہ کو بچایا تھا۔ جس پر خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اجمیری کو کہنا پڑا۔ ع حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ) (مکاشفہ ۱۷-۲۱:۱۱)

اس شہر کی شہر پناہ معمولی اینٹ گارے یا پتھر کی نہیں بنی تھی بلکہ جیسا کہ یوحنا موصوف لکھتے ہیں۔

اس کی شہر پناہ یشب کی سی تھی اور شہر ایسے خالص سونے کا تھا جو شفاف شیشہ کے مانند ہو اور اس شہر پناہ کی بنیادیں ہر طرح کے جواہر سے آراستہ تھی۔

پہلی بنیاد یشب کی تھی، دوسری نیلم کی، تیسری شب چراغ کی، چوتھی زمرد کی، پانچویں عقیق کی، چھٹی لعل کی، ساتویں سنہرے پتھر کی، آٹھویں فیروزہ کی، نویں زبرجد کی، دسویں یمنی کی، گیارھویں سنگ سنبلی کی، اور بارھویں یاقوت کی اور بارہ ۱۲

دروازے بارہ موتیوں کے تھے - ہر دروازہ ایک موتی کا- اور
شہر کی سڑک شفاف شیشہ کی مانند خالص سونے کی تھی۔

(مکاشفہ ۲۱ - ۱۸ ؛ ۲۱)

بقول یوحنا عارف اس کی شہر پناہ نہایت بیش قیمت یشب (الماس)، کی تھی جس کا کاٹنا نہایت دشوار اور جس کی ضیاء کو تاریک بنانا مشکل ہوتا ہے۔ گویا یہ جانباز جن پر اس شریعت اسلامیہ کی بقا وحفاظت کا دارومدار تھا، اپنے ہم عصروں پر وہی فضیلت رکھتے تھے جو الماس، مٹی اور پتھر پر رکھتا ہے یا یہ کہ اصول اسلام ایک ٹھوس اور ناقابل ترمیم (ہمیشہ قائم رہنے والے) اصول ہیں۔ اور ان اصول سے ٹکر لینے والا ہر نظام شکست پا جاتا ہے اور صرف اسلام ہی کے اصول ایسے سچے اور استوار ہیں جن سے دنیا کی ہر گمراہی اور ضلالت کا سد باب کیا جا سکتا ہے۔

وہ شہر جس کی شہر پناہ اس قدر قیمتی اور اعلیٰ جواہرات سے بنی تھی معمولی شہر (شریعت) نہ تھا، وہ صاف شفاف سونے کا تھا۔ سونے سے مُراد علوم مقدس یا معرفت الہٰی کی ہیں۔ مطلب یہ کہ اس شریعت میں علوم اور معرفت الٰہیہ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے (اس شریعت میں علوم کا کیا کہنا جس کا بانی اور قائم کرنے والا خود مدینۃ العلم

ہو)۔ پس یہ شریعت کمالِ معرفتِ الٰہی کا شہر تھی اور محافظانِ شریعت عارف باللہ تھے۔

وہ بنیادیں جن پر شہر پناہ قائم تھی بارہ تھیں اور ان میں مختلف جواہرات جڑے گئے تھے۔ اُن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ یشب یشب یا یشم جس کو فارسی میں شب چراغ اور انگریزی میں JASPAR کہتے ہیں۔ ہیرے (الماس) کی قسم کے جواہرات میں سے ہے۔ بعض کا رنگ سبز کاہی ہوتا ہے۔ قدیم یشب روشن ہوتا ہوگا، زمانۂ حال میں یہ ایسا روشن نہیں ہوتا بلکہ دھندلا ہوتا ہے اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ یشب زمانۂ حال کے نہایت ہی کمیاب سبزی مائل ہیرے کا نام ہے اس کے ذرّے مثمن متساوی الاضلاع کی صورت میں منجمد ہوتے ہیں۔

یہ پہلی بنیاد کا تذکرہ ہے جس کو ہر قسم کے صدمات سے سابقہ پڑتا ہے۔ الماس اپنی سختی و خوبصورتی میں بے نظیر ہوتا ہے لہٰذا پہلی بنیاد نہ صرف مضبوطی میں بلکہ نورانیت میں بھی لاجواب ہوئی۔ علاوہ نورانیت کے یشب سخت ترین و قتال ترین معدنیات سے ہے نہ کبھی اپنی صورت بدلتا ہے۔ نہ خاصیت۔ جناب امیرؑ نہ صرف عالمِ علمِ رسولؐ تھے بلکہ ایمان مجسم اور قاتل الکفرہ والفجرۃ بھی۔ الماس اپنے

اوصاف کے باعث تمام جواہرات سے برتر و اعلیٰ ہے۔ برتر و اعلیٰ ہی بلند تر ہوتا ہے۔ اسمِ مبارک علی خود بخود روشن ہے۔ آپ اعلیٰ بوجہ کمالات ظاہری و باطنی سب سے اعلیٰ ہیں۔

۲۔ نیلم نیلم علامت وفا ہے۔ یہ ایک معدنی شے ہے جو آسمانی رنگ کی شعاعوں کی وجہ سے بڑی قیمتی خیال کی جاتی ہے۔ اس میں خاکستر طلا کے ذرے چھڑکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نیلاہٹ میں سنہرے ذرّوں کی چمک آسمان کے ستاروں کی سماں یاد دلاتی ہے۔ اس کے ذرّے بارہ اضلاع میں منجمد ہوتے ہیں۔ نیلا رنگ علامت وفا و اخلاق حسنہ اور سنہری جھلک علامت ہدایت ہے۔ اخلاق حسنہ خلق حسنؑ پر دال ہے جو اسلام کے آئمہ اثنا عشر میں سے دوسرے ہادی ہیں۔

نیلم الماس سے دوسرے درجہ پر سخت ہوتا ہے۔ سختی بردباری جفاکشی، استقلال و ثابت قدمی کی علامت ہے۔ گہرا سبز رنگ، نیلے اور زرد رنگ ملانے سے بنتا ہے۔ نیلم میں یہ دونوں رنگ موجود ہیں۔ سبز رنگ امام حسنؑ سے منسوب ہے۔

۳۔ شب چراغ شب چراغ یشب کی خاص قسم ہوتی ہے۔ تاریکی میں اس کی شعاعیں روشنی دیتی ہیں۔

اسی بنا پر اس کا نام ہی لعل شب چراغ رکھ دیا گیا ہے۔
جب اسلام، کفر و ضلالت کی تاریکی میں روپوش ہوتا جا رہا تھا تو اسلام کے تیسرے ہادی امام حسینؑ ہی نے کفر و نفاق کی تاریکی و ظلمت کے پردوں کو چاک کیا اور اسلام پر اپنی و اپنے اعزاء و انصار کی جانوں کو قربان کر کے رسالت کی صداقت پر مہر لگا دی۔ رسولؐ کو ان ہی واقعات کے پیش نظر یہ فرمانا پڑا تھا کہ حسینؑ منی وانا من الحسین (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں)۔ اس لحاظ سے آپ کو لعلِ شب چراغ سے صحیح ترین تشبیہ دی گئی ہے۔

۴۔ زمرد زمرد حیاتِ ابدی کی علامت ہے۔ یہ نہایت ہی خوبصورت جوہر ہے۔ رنگت صاف، گہری خالص سبز۔ یہ مسدس کی شکل میں منجمد ہوتا ہے۔ جب سخت حرارت پہنچتی ہے تو رنگ میں فرق آجاتا ہے۔

حیات ابدی حیات روحانی ہی ہے جس کو امامت نبوت یا رسالت کہتے ہیں۔ خوبصورتی کمالِ جوہر کی نشانی ہے۔ اور رنگت کی صفائی تقدس یا حسنِ ظاہری کی ضیاء، سبز رنگ علامت وفا و ہدایت ہے۔ شکل مسدسی سجدے کی نشانی ہے کیونکہ انسان

پیٹھ
گردن و پیشانی
سر
پیر کے تلوے
سطح زمین
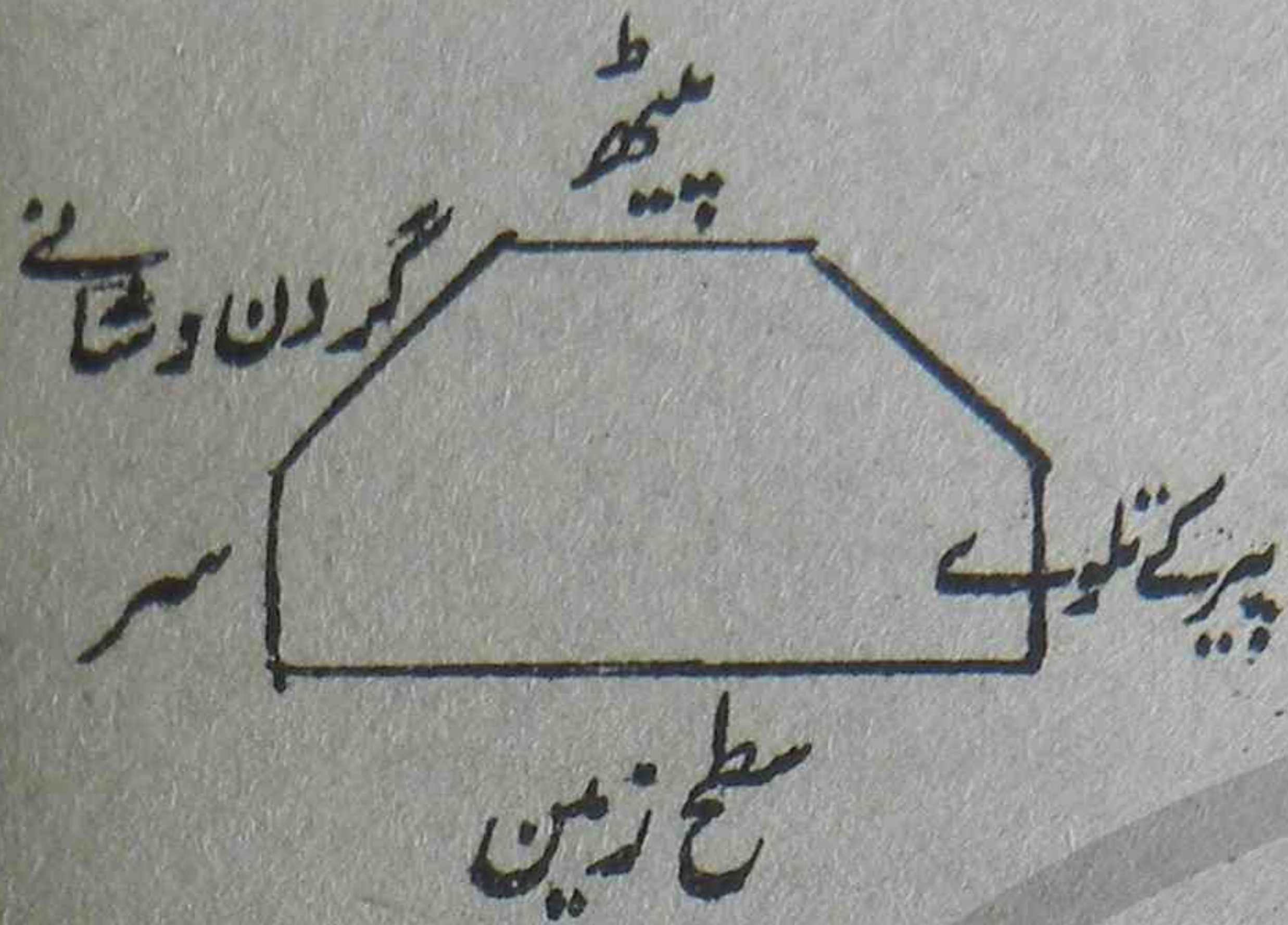
جب سجدے کی حالت
میں ہوتا ہے تو اُس کی
شکل تقریباً اس قسم کی
ہوتی ہے۔ اسلام کے
چوتھے رہبر امام علیؑ
بن الحسینؑ کثرتِ سجود کی بناء پر سید الساجدین کہلائے۔ خوف خدا
سے آپ کا یہ حال تھا کہ جب نماز کے لیے قیام فرماتے تھے تو چہرۂ
اقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

۵۔ عقیق عقیق علامت حلم و عصمت و شہادت ہے۔ یہ ایک
قسم کا زیبائشی پتھر ہے جس کو مہر کند بکثرت استعمال
کرتے ہیں۔ متقدمین کا خیال تھا کہ اس کی تین سطحیں ہوتی ہیں۔
(۱) قاعدہ سیاہ رنگ کا۔ (۲) درمیانی حصّہ سفید اور
(۳) سطح بالا سرخ۔ سیاہی عجز و انکسار و حلم (عبدیت)
کی علامت ہے، سفید رنگ عفت و عصمت اور سرخ رنگ
شہادت پر دال ہے۔

عقیق پر کندہ الفاظ ہمیشہ اپنی اصلی حالت میں ظاہر
ہوتے ہیں۔ امام محمد باقرؑ نے امام حسینؑ و واقعات کربلا کو اپنی

آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ اسیری شام کے مصائب جھیلے تھے۔
ہدایت کے نشان کو ان مشکلات و صعوبات میں بلند ہوتے دیکھا
تھا۔ آئندہ جو کچھ آنحضرت نے ہدایت فرمائی وہ اسی ہدایت کے
نقوش کے اثرات تھے جو مدت العمر آپ سے ظاہر ہوتے رہے۔
نیز جو جو واقعات آپ کے پدر بزرگوار کو پیش آئے تقریباً ان
سب سے آپ کو بھی دوچار ہونا پڑا۔

۶۔ لعل سُرخ رنگ کا پتھر ہے جس کو متقدمین جواہر کی
جگہ استعمال کرتے تھے۔ زمانہ قدیم میں ہر ایک
مہر کند اس مشہور پتھر کو استعمال کرتا تھا۔ لعل اور عقیق ایک ہی
مطلب کے لئے ہیں۔ عقیق کا قائم مقام لعل ہے یعنی معرفت
کا معلم ہے۔ حضرت باقر العلوم عقیق ہیں اور حضرت امام
جعفرِ صادقؑ لعل۔

آئمہ اہلِ بیت میں نشرِ علوم کا موقع یا جناب امیر کو ملا یا امام
جعفر صادقؑ کو۔ دینِ حقہ کی تدوین و ترویج میں آپ نے
کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا حتیٰ کہ آں حضرت کے متبعین کا نام شیعہ
کے بجائے جعفری ہو گیا۔

عوام الناس کے آئمہ بھی اپنا سلسلۂ تلمذ آنحضرتؑ تک

پہنچاتے ہیں۔

۷۔ سُنہرا پتھر اسے سنگ سنارا بھی کہتے ہیں۔ یہ سُنہرے رنگ کا پتھر ہے جس پر سبز خط یا نشان ہوتے ہیں اور بہت ہی شفاف ہوتا ہے۔ سنہرا رنگ کامل معرفت الٰہی کی علامت ہے۔ سبزی حیات ابدی پر دال ہے۔ شفافیت کمال تقویٰ و پرہیزگاری پر شاہد ہے۔ متقی و پرہیزگار کامل، صالح یا عبد صالح کہلائے گا۔ اور حیات ابدی کا وارث امام ہی ہوگا۔ عبد صالح امام موسیٰ کاظم کا لقب ہے۔

۸۔ فیروزہ فیروزہ علامت محبّت ہے۔ یہ ایک نیلے سبز رنگ کا پتھر ہے۔ مسدّس شکل میں منجمد ہوتا ہے جس کے چھوٹے بڑے ۶۶ اضلاع ہوتے ہیں لیکن اصلی اضلاع چھ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر ہیرے کی طرح کے نشانات پائے جاتے ترتیبًا فی ضلع ۵ یا ۸۔ جس سے پنجتنی سلسلے کے آٹھویں امام (امام علی رضاؑ) مراد ہیں۔ ۵ و ۸ یعنی ۱۳ کا وکیل (۶۶) یعنی امام وہادی بھی اور بقیہ ۱۳ معصومین کا وکیل بھی۔ وکیل وہ ہے جو دوسرے کی جگہ پر حاضر ہو اور اس کے معاملات کا مختار ہو۔ کیا عجب جو اسی بنا پر آپ کی زیارت میں یہ فقرہ پڑھا جاتا ہو "السلام علیکؑ

یا مغیث الشیعۃ والزوار فی یوم الجزاءؑ۔

۹۔ زبرجد یہ ہلکے سبز رنگ کا جوہر ہے اس کی عجیب خاصیت یہ ہے کہ اگر سانپ کی نظر اس پر پڑ جائے تو اندھا ہو جاتا ہے۔ زبرجد علامت سخاوت ہے سخی کو جوّاد کہتے ہیں جو امام محمد تقیؑ کا لقب ہے۔ رنگت میں زمرد سے ملتا جلتا ہے۔ لہٰذا وہ کل اوصاف یہاں بھی پائے جاتے ہیں جو امام زین العابدینؑ سے متعلق ہیں۔

۱۰۔ یمنی مراد عقیق یمنی سے ہے جو علامت بردباری جفاکشی صبر و استقلال ہے۔ عقیق یمنی زردی یا سبزی مائل ہوتا ہے۔ زردی علامت عرفان و سبزی حیات ابدی کی علامت ہے۔ یہ بھی سخت ترین اقسام جواہرات سے ہے۔ ہیرے اور یاقوت کے سوا اور کوئی جوہر اس سے سخت تر نہیں ہوتا۔

عقیق کے متعلق پیشتر ذکر ہو چکا ہے یمنی اسی کی ایک خاص قسم ہے جو اپنے مخصوص علامات سے عرفان امامت اور بردباری و جفاکشی کا خیال دلا کر اپنے ممدوح کا پتہ دیتی ہے۔ یمنی سے مراد امام علی النقیؑ ہیں جو اپنی مدت العمر سر من رائے (سامرہ) میں نظر بند رہے، سخت سے سخت اذیتوں میں مبتلا رہے اور

اسی نظر بندی کی حالت میں شہادت پائی۔

۱۱۔ سنگ سنبلی رنگ شفاف، ہلکا کبود (نیلا) ہوتا ہے۔ سختی میں ہیرے سے دوسرے درجہ پر ہے۔

یہ علامت۔ استقلال، جفاکشی و بردباری ہے۔ نیلا رنگ علامت وفا ہے۔ شفافیت کمال تقوی کو ظاہر کرتی ہے۔

اس کو زمانہ حال میں نیلم کہتے ہیں، گویا سنبلی نیلم ثانی ہے۔ نیلم سے مراد امام دوئم حضرت حسنؑ لئے گئے ہیں لہذا نیلم ثانی امام حسن ثانی (امام حسن عسکریؑ) مراد ہیں۔

۱۲۔ یاقوت زردی مائل سوسنی رنگ کا قیمتی پتھر ہے جس میں نیلا و گہرا سرخ رنگ ملا ہوتا ہے۔ اس کی بابتہ مشہور ہے کہ اگر یاقوت کے پیالے میں شراب رکھ دی جائے تو اس کا نشہ زائل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حق کی موجودگی میں باطل کا اثر فنا ہو جاتا ہے۔ یہی صفت امام مہدی آخر الزمان کی ہے کہ آپ کے ظہور فرماتے ہی تمام گمراہیاں دور ہو جائیں گی اور زمانہ عدو انصاف سے پُر ہو جائے گا۔

"جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

اس کے بعد یوحنا موصوف کا بیان ہے۔

میں نے اس میں کوئی مقدس نہ دیکھا اس لئے کہ خداوند خدا قادر مطلق اور برہ اس کا مقدس ہیں (یعنی شریعت اسلامیہ میں دیگر مذاہب عالم کی طرح قدم قدم پر دیوی، دیوتا یا سینٹ نظر نہیں آتے کہ جن کی عبادت کئے بغیر انسان نجات پا ہی نہیں سکتا۔ یہاں تو مرد مومن کے لئے بس رسول، ان کی لائی ہوئی شریعت اور شہید اعظم حسینؑ کے عزم و استقلال اور قربانی و ایثار کی ضرورت ہے۔ نیز دوسرا اشارہ یہ بھی ہے کہ اسلام در حقیقت دو ہی ہستیوں کا ممنون احسان ہے ایک تو بانئ اسلام جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰؐ اور دوسرے حسینؑ شہید جنھوں نے اسے حیات ثانیہ بخشی)۔

اور اس شہر میں سورج یا چاند کی روشنی کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ خدا کے جلال نے اسے روشن کر رکھا ہے۔ اور برہ (حسینؑ) اس کا چراغ (راہ ہدایت) ہے اور قومیں اس کی روشنی میں چلیں گی..........

اور اس میں کوئی ناپاک چیز یا کوئی شخص جو گھنونے کام

کرتا یا جھوٹی باتیں گڑھتا ہے ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو۔ کے نام برہ کی کتاب حیات میں لکھے ہوئے ہو (یعنی شیعان حسین ہی حقیقی اسلام پائیں گے)۔

(مکاشفہ ۲۷-۲۲:۲۱)

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں:

پھر اس نے مجھے بلور کی طرح چمکتا ہوا آب حیات کا دریا دکھایا جو خدا اور برے کے تخت سے نکل کر اس شہر کی سڑک کے بیچ میں بہتا تھا اور دریا کے وار پار زندگی کا درخت تھا۔ (مکاشفہ ۱:۲۲)

بلور اپنی شفافیت اور چمک میں صداقت کے مانند ہے۔ آب حیات ابدی زندگی کا ذریعہ امام ہوتا ہے جس کی معرفت نجات کا باعث ہے (من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ فرمان رسول ہے) دریا کو عربی میں جعفر کہتے ہیں۔

یہ دریا یعنی جعفر خدا (رسولؐ موعود) اور برہ (حسینؑ شہید اعظم) کے تخت (نسل) سے نکلتا ہے اور شہر کی سڑک کے وسط سے بہتا ہے۔ امام جعفرؑ صادق کے قبل چھ ہادی اور

آپ کے بعد چھ ہادی ہوئے اور آپ رسول موعود اور حسینؑ سید الشہداؑ کی نسل سے بھی ہیں۔ لہذا آپ ہی وہ دریا ہیں جس کے وار پار (چاروں طرف) زندگی کا درخت یعنی نجات دائمی ہے۔

ان خلفائے حکومت الٰہیّہ کی صفات جناب عیسٰی کے بیانات کے سلسلہ میں دی جا چکی ہیں۔ اجمالاً کچھ یہاں بھی درج کی جاتی ہیں:

۱۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے کیونکہ آسمان کی بادشاہی اونھیں کی ہے۔
(متی - ۵:۱۰)

۲۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے۔
(متی - ۵:۳)

۳۔ مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث (خلیفہ فی الارض) ہوں گے۔
(متی - ۵:۵)

۴۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے نکل جانا اس سے

آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل

ہو۔ (متی ۲۴-۲۳:۱۹)

۵-بچوں کو میرے پاس آنے دو کیوں کہ آسمان کی بادشاہی

ایسوں ہی کی ہے۔ (متی ۱۴:۱۹)

یعنی خلفائے حکومت الٰہیہ معصوم ہوں گے، ظالم نہ ہونگے

بلکہ مظلوم اور کشتہ راہ خدا اور حلیم ہوں گے۔ اور سرمایہ داری کی

ان میں بو بھی نہ ہو گی۔

اسی سلسلہ میں ۱-کرنتھیوں ۱۱-۹:۶ میں پولوس کا

وہ بیان بھی پڑھ لیجئے جس سے معلوم ہو گا کہ یہ خلفاء جملہ عیوب

سے بری ہوں گے۔

باب ہشتم

خلاصۂ بحث

ان تمام پیشین گوئیوں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ مثیل موسیٰ جن کا عبرانی نام فارقلیط اور جس کا معرب احمد ہے۔ فاران سے ساتویں صدی عیسوی میں مبعوث برسالت ہوں گے۔ آپ کا نور خداوند عالم نے سب سے پہلے خلق فرمایا ہے۔ آپ کے نور ہی کے وسیلہ سے کائنات عالم کی تخلیق ہوئی ہے۔ آپ ذریت اسماعیل سے ہوں گے اور صاحب شریعت ہوں گے۔ آپ کی شریعت دائمی اور کل کائنات پر محیط ہو گی۔ آپ کی شریعت میں سرمایہ داری کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

۲۔ آپ کا (احمد کا) کاہن و خلیفہ آپ کا بھائی اور مشابہ بہ پسر یعنی شاگرد و داماد ہو گا۔ اس کا نام شیلوہ (حیدر) ہو گا۔ اور

سلطنت یہود اس کے ہاتھوں برباد ہوگی۔

۳۔ آپ (احمدؐ) کی ذریت سے بارہ افراد حکومت الٰہیہ کے نگراں، اولی الامر یا امام ہوں گے۔ ان میں سے درمیانی امام کا نام جعفرؑ ہوگا اور شہید (امام حسینؑ) کی نسل سے ہوگا۔ یہ شہید ۶۸۰ء میں فرات کے کنارے عبرانی سال کے ساتویں مہینہ کی دس تاریخ کو ذبح کیا جائے گا۔

یہ جملہ افراد معصوم ہوں گے اور خداوند عالم سے تعلیم یافتہ ہوں گے۔

۴۔ یہ بارہ آئمہ اس شریعت رسول موعود کی بنیاد ہیں یعنی انہی کی وجہ سے وہ شریعت قائم رہے گی اور ان آئمہ میں سے کسی نہ کسی کا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے۔

۵۔ اس رسول موعود کا ایک ہمنام قریب قیامت ظہور فرمائے گا۔ اسی وقت جناب عیسیٰ بھی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور مومنین وصالحین کی رجعت بھی ہوگی۔ اور اس رسول موعود کی لائی ہوئی شریعت تمام اقصائے عالم میں پھیل جائے گی۔

تاریخ عالم نے تو ان پیشین گوئیوں میں سے قریب قریب سب ہی کی تائید کردی ہے مگر پھر بھی جملہ مسلمان سوائے پیشین گوئی رسول موعود کے، بقیہ پیشین گوئیوں سے اچھا خاصا اختلاف رکھتے ہیں۔ لہذا ان تمام پیشین گوئیوں کو قرآن کی روشنی میں بھی جانچنا ضروری ہوا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ صحیح تعلیم اسلامی ان پیشین گوئیوں کے مطابق ہے یا مخالف۔

ناظرین کو چاہیے کہ اس کتاب کا دوسرا حصّہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں اس موضوع پر قرآن اور صرف قرآن سے بحث کی گئی ہے۔

علویہ لائبریری، ۸۷۱- علی بستی
کراچی ۱۸

ضروری اعلان

ہمارے یہاں سے مندرجہ ذیل کتب یکے بعد دیگرے شائع ہو رہی ہیں۔ شائقین فوراً ہم کو ایک خط (جس میں نام و مکمل پتہ درج ہو) لکھ کر اپنی کاپی محفوظ کرالیں تاکہ بعد کو زحمت نہ ہو۔

		صفحات
۱۔ اسلام اور اس کے رہنما "حصہ اوّل (بائبل کی روشنی میں) ضخامت تقریباً		۲۵۰
۲۔ " " " حصہ دوم (قرآن کی روشنی میں) ضخامت تقریباً		۴۵۰
۳۔ " " " حصہ سوم (قرآن، حدیث و تاریخ کی روشنی میں)	ضخامت تقریباً	۴۵۰
۴۔ " " " حصہ چہارم (" ")		۲۵۰

ان چار حصّوں کو پڑھ لینے کے بعد پوری تاریخ اسلام نِکھر کر سامنے آجاتی ہے اور حق واضح ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ جملہ حصص شیعی نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں لہٰذا وہ حضرات و احباب جو قرآن والے کے مسلمانوں پر کسی قسم کی تنقید برداشت نہیں کر سکتے، ان کو منگوا کر پڑھنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

۵۔ مِفتاحُ القرآن

جس کے ذریعے سے قرآن کی کسی بھی آیت کے صرف ایک لفظ کے ذریعے پوری آیت مع حوالے و ترجمہ کے معلوم کی جا سکتی ہے۔ نیز یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ قرآن میں کس کس جگہ اور کن کن معنوں میں آیا ہے۔ ایسے حضرات کے لئے جو قرآن کو محض قرآن سے سمجھنا چاہتے ہیں یہ بے مثل تحفہ ہے۔

۶۔ سلسلۃ الذہب

یعنی شجرۂ مبارکہ جناب رسالتمآبؐ و اہل بیت اطہارؑ (از آدم تا قائم علیہم السلام) و نیز اصحاب خاص مہاجرین و انصار و معاصرین قریش بمعہ شجرہ ہائے انساب دیگر انبیاء و رسل و مشاہیر عالم وغیرہ وغیرہ۔

بڑی کارآمد و نادر معلومات کا خزانہ ہے۔ مورخین، محققین و طالبان علم کے علاوہ ایسے حضرات کے لئے بھی یہ بہترین چیز ہے۔ جن کے پاس اُن کے اپنے خاندانی شجرے محفوظ ہیں۔ وہ نہایت آسانی سے اپنے شجروں کو مناسب مقام پر چسپاں کر سکتے ہیں۔ یا بطور ضمیمہ کے اُس کے ساتھ لگا سکتے ہیں۔

۷۔ دوامی جنتری

(شمسی و قمری) جو حسب ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے۔

(ا) اُس میں ۱۴۵۰ قبل ہجرت سے لے کر ۱۴۵۰ بعد ہجری

یعنی ۲۹۰۰ سال کا مکمل قمری کلنڈر معہ مطابقت تاریخ عیسوی موجود ہے۔

(ب) چارٹ جس سے قمری سنین (قبل وبعد ہجرت) گذشتہ و آئندہ کسی بھی سال کا مکمل کلنڈر فوراً سامنے آجاتا ہے۔

(ج) جس سے کسی بھی قمری تاریخ کی شمسی تاریخ سے مطابقت آسانی سے معلوم ہوجاتی ہے۔

(د) وہ اصول جس کے ذریعہ آپ کسی بھی قمری سن کے کسی مہینہ کی پہلی تاریخ خود حساب لگا کر بتا سکتے ہیں۔

(ہ) ایسا چارٹ جس کے ذریعہ سے بیک وقت ابراہیمی، جولین اور عیسوی قدیم وجدید سنین (قبل وبعد مسیح) کے کسی بھی سال کا پورا کلنڈر بہت آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(و) ایسا چارٹ جس سے بیک نظر قمر کے منازل معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ آپ رائج الوقت کسی بھی دو جنتریوں کو اٹھا کر دیکھ لیں ہر ایک میں قمر در عقرب کی تاریخوں میں اختلاف ہی ملے گا۔ میں نے خود بیک وقت دو دو ہفتہ کا فرق پایا ہے۔ بحمد اللہ اس چارٹ کے بعد آپ کی یہ دقت رفع ہوجائے گی۔ ہماری چارٹ کی صحت کا اندازہ ذرا سا غور کرنے پر خود ہی ہو جائے گا۔

پبلشر

سیّد حسین ۔ علویہ لائبریری

۸۷۱ ۔ علی بستی

کراچی ۱۸

مطبوعہ

ضیا برقی پریس

متصل آرام باغ ۔ کراچی